

بسم الله الرحمن الرحيم

السلام عليك يا امير المؤمنين السلام عليك يا اول مظلوم

صلى الله عليك يا ولي العصر ادر كنا وارشدا

حضرت علیؑ: سب سے افضل سب سے اعلیٰ لیکن اول مظلوم

وہی مفسرین اور علماء و مورخین نے اپنی اپنی کتابوں میں ان آیتوں اور سوروں کا تذکرہ کیا ہے جو اہل بیت علیہم السلام اور خاص کر حضرت علی بن ابی طالبؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔

شیعہ اور سنی تمام علماء نے اپنی اپنی کتابوں میں اہل البیت علیہم السلام اور خاص کر حضرت علی بن ابی طالبؑ کے بارے میں حدیثیں تحریر کی ہیں بلکہ متعدد بزرگ علماء و محدثین نے حضرت علی بن ابی طالبؑ کے فضائل و مناقب اور خصائص کے تعلق سے مستقل کتابیں تحریر کی ہیں۔

فضائل و مناقب کی اس قدر حدیثیں اور اس قدر مستقل کتابیں کسی اور صحابی کے بارے میں نظر نہیں آتی ہیں۔ بلکہ اگر وہ تمام حدیثیں جو تمام صحابہ کے بارے میں وارد ہوئی ہیں اگر سب کو یکجا بھی کر دیا جائے تب بھی سب مل کر اہل البیت علیہم السلام اور خاص کر حضرت علی بن ابی طالبؑ کے فضائل و مناقب کی حدیثوں کا ایک فیصد بھی نہیں ہے۔

یہ اس وقت ہے جب اہل البیت علیہم السلام اور خاص کر حضرت علی بن ابی طالبؑ کے فضائل و مناقب کے بیان کرنے پر حکومت وقت کی طرف سے سخت پابندیاں عائد تھیں اور بیان کرنے والوں کو سزائیں بھی دی جاتی تھیں۔ جناب ابوذر جناب عمار یا سریشم تمار اور رشید ہجری اس کی مثالیں ہیں۔ ایک طرف اس قدر سخت پابندیاں تھیں سزائیں تھیں دوسری طرف بقیہ لوگوں کے فضائل و مناقب بیان کرنے پر انعام و اکرام تھا۔ منصب اور

دین مقدس اسلام میں بلکہ تمام دنیا میں علم و معرفت کو نہایت بلند درجہ حاصل ہے۔ یہ علم و معرفت ہے جو انسان کو ترقی کی اس منزل تک پہنچاتا ہے اور یہی اس کی مزید ترقی و تکامل کا سبب بھی ہے۔ وہ معرفت جس کی قدر و قیمت کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا ہے وہ اصول دین کی معرفت ہے اسی معرفت سے عمل میں وزن پیدا ہوتا ہے اور یہی معرفت عمل کو خدا کی بارگاہ تک پہنچاتی ہے۔ یہی معرفت انسان کو جاہلیت کی موت سے کفر کی زندگی سے نجات دلاتی ہے۔ اس معرفت پر پہرہ لگانا سورج سے ناطہ توڑنا ہے۔ سورج سے ناطہ توڑنے کا انجام سوائے ظلمت و گمراہی کے اور کچھ نہیں ہے..... لاکھ چراغ روشن کر لئے جائیں مگر سورج کی جگہ پُر نہیں کی جاسکتی ہے۔

اصول دین میں امامت وہ نقطہ مرکزی ہے جو تمام عقائد و احکام، اخلاق و اعمال کی محافظ ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوت کے آغاز سے زندگی کے آخری لمحات تک اسی امامت کی تبلیغ کی..... لوگوں کو روز اول سے اس امامت کی طرف متوجہ کیا قرآن کریم نے اپنی متعدد آیتوں میں امامت کا باقاعدہ تذکرہ کیا۔ قرآن کریم نے اپنی آیتوں میں جس قدر صاحبان امامت اہل البیت علیہم السلام کا تذکرہ کیا ہے اتنا کسی بھی صحابی کا تذکرہ نہیں ہے۔ اہل البیت علیہم السلام اور خاص کر حضرت علیؑ کے بارے میں نہ صرف آیتیں نازل ہوئی ہیں بلکہ سورے کے سورے ان کی شان میں نازل ہوئے ہیں شیعہ

للعالمین، قرار دیا ہے ان کا وجود مقدس تمام اہل آسمان و زمین عرش کرسی، بلکہ تمام ماسوئی اللہ کے لئے رحمت ہی رحمت ہے خدا نے ان کو ”رؤف ورحیم“ جیسے لقب سے نوازا ہے۔ ان کو لوگوں کے لئے ”لنت لہم“ رحم دل قرار دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گذشتہ امتوں سے زیادہ حضرت رسول خدا ﷺ کو اذیتیں دیں۔ ان کو ان کے وطن سے نکالا ان سے مسلسل جنگ کی..... مگر پیغمبر رحمت ﷺ نے اپنی امت کے لئے بد دعا نہیں کی۔ عذاب کی درخواست نہیں کی بلکہ ہمیشہ ان کے لئے مغفرت اور رحمت کی دعا کرتے رہے۔

خداوند عالم قرآن کریم میں سورہ انفال کی آیت ۳۲ میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَإِذَا قَالُوا اللَّهُمَّ إِنَّ كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حَجَارَةً مِنَ السَّمَاءِ أَوِ اتُّنَّبِ عَذَابِ أَلِيمٍ۔

جب کافروں اور مشرکوں نے قرآن و اسلام کا مذاق اڑاتے ہوئے یہ کہا۔ خدا اگر یہ (اسلام اور قرآن) حق ہے اور تیری طرف سے ہے تو ہم پر آسمان سے ایک پتھر نازل کر یا ہم کو دردناک عذاب میں گرفتار کر۔

یعنی جس طرح گذشتہ امتوں نے جب اپنے نبی و رسول اور ان کے دین کی تکذیب کی تو خدا نے ان پر عذاب کر کے یہ واضح کر دیا تم لوگ جس چیز کی تکذیب کر رہے ہو، وہ حق ہے اور خدا کی طرف سے ہے۔ اسی طرح اگر آپ کا دین و مذہب، قرآن و اسلام حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر نازل ہو یا ہم دوسرے عذاب الہی میں گرفتار کئے جائیں تاکہ آپ کی حقانیت ہر ایک کے لئے واضح ہو جائے۔ اور اگر عذاب نازل نہیں ہوتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا بخواستہ یہ سب حق نہیں ہے..... خداوند عالم

عہدے تھے۔ منبر ان کے پاس تھا، لوگ ان کے پاس تھے قلم ان کے پاس تھے نشر و اشاعت تبلیغ و ترویج پروگنڈے کے سارے اسباب تھے قلم ان کے پاس تھے۔ اس کے باوجود وہ اہل البیت علیہ السلام کے مقابلے میں دوسروں کے فضائل و مناقب ایک فیصد بھی جمع نہیں کر سکے۔ یہ بھی اس وقت ہے جب دوسروں کے بارے میں بیان شدہ فضائل و مناقب کو حدیثوں کو حدیث کے معیار صحیح و ضعیف پر نہ پرکھا جائے اگر وہ تقابلاً پرکھا جائے تو ایک فیصد بھی نہ نکلے۔

کیا یہ اسلام اور مسلمانوں کا المیہ نہیں ہے جن کے بارے میں ایک فیصد حدیثیں بھی نہ ہوں قرآن کریم کی آیتیں نہ ہوں وہ لوگ نہایت محترم ہوں ان کی سیرت مسلمانوں میں عام ہو۔ اور جن کے بارے میں فضائل و مناقب کے سمندر ہوں وہ مظلوم ہوں، ان کی سیرت و کردار کو مسلمان اختیار کرنے پر تیار نہ ہوں۔ اگر کوئی کسی ایک صحابی کے بارے میں کوئی نازیبا کلمات کہے اس کے خلاف زبردست احتجاج ہو اور اہل بیت علیہ السلام کے مزارات منہدم کر دیئے جائیں اور مسلمان خاموش تماشا دیکھتے رہیں۔

کردار کا یہ تضاد عقل و فہم سے بالاتر ہے ایک طرف فضائل و مناقب حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام میں کتب خانہ موجود ہوں اور دوسری طرف وہی علی بن ابی طالب علیہ السلام تاریخ اسلام کی اول مظلوم شخصیت ہوں۔ یہ کیسا تضاد ہے۔ جس علی کے سابق الاسلام ہونے کی روایتیں ہوں میدان جنگ میں جس کے جہاد کے کارنامہ ہوں، جس کی عبادتوں کا تذکرہ ہو جس کے اخلاق و آداب کے بیان سے علماء و خطباء عاجز ہوں۔ وہی علی مظلوم ہوں اور ان لوگوں کو سراہا جا رہا ہو جنہوں نے ظلم کئے یا ظلم کے لئے فضا ہموار کی۔ یہ کیسا تضاد ہے؟

انکار ولایت علی علیہ السلام = عذاب شدید خداوندی

خداوند عالم نے حضرت رسول خدا ﷺ کو ”رحمتہ

نے کافروں اور مشرکین کے اس اعتراض کے جواب میں فرمایا:

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ
وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ
يَسْتَغْفِرُونَ^۱

خداوند عالم اس بنا پر ان پر عذاب نازل نہیں کرے گا۔ آپ ان کے درمیان ہیں اور جب تک وہ استغفار کرتے رہیں گے خدا ان پر عذاب نازل نہیں کرے گا۔

کافر و مشرک کی تکذیب اور ایذا رسانی کے باوجود اگر خدا ان پر عذاب نازل نہیں کر رہا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دین اسلام اور قرآن کریم کی حقانیت میں معاذ اللہ کوئی کمی ہے عذاب نازل نہ کرنے کی دو وجہ ہیں ایک۔ آپ ان کے درمیان ہیں دوسرے استغفار۔

اس وقت دنیا کی تمام گناہوں اور فتنہ و فساد کے باوجود دنیا پر عذاب نازل نہیں ہو رہا ہے اس کی بھی دو وجہ ایک فرزند رسول حضرت حجتہ بن الحسن العسکری علیہ السلام کا وجود با برکت دوسرے خداوند عالم کی بارگاہ میں مؤمنین مخلصین کا استغفار توبہ و انابه۔

اب اس کے بعد قرآن مجید کے سورہ معارج کی ابتدائی آیتوں کو ملاحظہ فرمائیں اور اس کے ذیل میں شیعہ اور سنی مفسرین نے جو واقعہ نقل کیا ہے اس پر غور کریں پھر اندازہ ہوگا حضرت علی ابی طالب علیہ السلام کی ولایت کس قدر اہم ہے اور اس کا انکار کس قدر دردناک ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

سأل سائل بعذاب واقع

^۱ سورہ انفال، آیت ۳۳

للكافرين ليس له دافع

من الله ذي المعارج

ایک سوال کرنے والے نے عذاب کا سوال کیا اور وہ اس پر نازل کر دیا گیا یہ عذاب کافروں سے مخصوص ہے اس کو کوئی روک نہیں سکتا ہے اس خدا کی طرف سے جس کی بارگاہ میں فرشتہ پرواز کرتے ہیں۔

صاحب الغدیر جناب علامہ عبدالحسین امینی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی نہایت گرانقدر کتاب الغدیر کی جلد ۱ صفحہ ۲۳۹-۲۴۶ میں مندرجہ ذیل واقعہ کو نقل کیا ہے۔ اور اہل سنت کے ۳۰ علماء کے نام اور کتابوں کا ذکر کیا ہے جنہوں نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔ جن میں سے بعض کے نام اور ان کی کتابوں کے نام اس طرح ہیں:-

حافظ ابو عبیدہ ہروی	تفسیر غریب القرآن
ابو بکر نقاش موصل	تفسیر شفاء الصدور
ابو اسحاق ثعالبی	تفسیر الکشف والبيان
القزطبی	تفسیر
ابو اسحاق ثعالبی	تذکرہ
حموی	فرائد السمطين
شیخ محمد زندی	درر السمطين
شمس الدین شافعی	تفسیر سیرۃ حلبی
سید مؤمن شبلنجی	نور الابصار
شمس الدین شافعی	شرح جامع الصغیر سیوطی

اس کے علاوہ اور بھی علماء مفسرین نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔ ہم یہ واقعہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی زبانی اس لئے نقل کر رہے ہیں۔ تمام شیعہ اور اہل سنت ان کی صداقت و عظمت پر متفق القول ہیں۔ ان تک یہ واقعہ ان کے آباء و اجداد سے سینہ

اس وقت آسمان سے ایک پتھر اس کے سر پر گرا اور وہ ہلاک ہو گیا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

صاحب تفسیر مجمع البیان نے یہ روایت سنی عالم جناب ابوالقاسم حسکانی کے سلسلہ سند سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کی ہے۔ (تفسیر نمونہ فارسی جلد ۲۵ ص ۷)

چاہے نعمان نے قرآن کے کلمات دہرائے ہوں اور قرآنی الفاظ میں اپنے لئے بد دعا کی ہو اور چاہے آیت سے آل سائل دوسری مرتبہ نازل ہوئی ہو۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی آسمانی ولایت کے انکار پر آسمان سے پتھر آیا اور منکر ولایت ہلاک ہو گیا۔ اور یہ سب حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ان کے سامنے ہوا۔

اب آپ ملاحظہ فرمائیں سورہ انفال کی آیت کہہ رہی ہے جب تک آپ موجود ہیں خدا ان پر عذاب نازل نہیں کرے گا۔ اور یہاں عذاب نازل ہو گیا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ولایت علی مرتضیٰ علیہ السلام کا انکار کس قدر عظیم جرم ہے۔

آج آسمان سے پتھر تو نہیں برس رہے ہیں لیکن ولایت علی کا انکار کرنے والے کس قدر مشکلات میں گرفتار ہیں۔ دنیاوی وسائل سے مالا مال ہونے کے باوجود دنیا کی نظر میں ذلیل و خوار ہیں۔ یہ سب حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا دنیاوی اثر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث غدیر صرف مَنْ كُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِيَ مَوْلَاہُ پر ختم نہیں ہوتی ہے بلکہ اس میں یہ جملے بھی ہیں:

اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَاَلَاہُ

خدا یا تو اس کو دوست رکھ جو علی کی کو دوست رکھے

وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ

اور اس کو دشمن رکھ جو ان کو دشمنی کرے

.....بقیہ صفحہ نمبر ۲۱ پر

بہ سینہ پہنچا ہے۔ ان کے ابا و اجداد سب کے سب معصوم ہیں۔ لہذا واقعہ کی صداقت میں ذرا سا بھی شک نہیں ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ امام فرماتے ہیں:

جس وقت حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیر کے دن حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کا اعلان فرمایا اور یہ فرمایا۔

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِيَ مَوْلَاہُ

میں جس کا مولیٰ ہوں علی بھی اس کے مولیٰ ہیں۔

کچھ دنوں میں یہ خبر ہر جگہ شہروں میں پھیل گئی۔ اس وقت ”نعمان بن حارث فہری“ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا۔

آپ نے ہم سے کہا کہ ہم خدا کی وحدانیت کی گواہی دیں اور اس بات کی گواہی دیں کہ آپ اس کے رسول ہیں۔ ہم نے یہ گواہی دی۔ پھر آپ نے ہم کو جہاد، حج، روزہ، نماز اور زکات کا حکم دیا ہم نے یہ سب قبول کر لیا۔ لیکن آپ اتنے پر راضی نہیں ہوئے اب آپ نے اس جوان کو (حضرت علی علیہ السلام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) اپنا جانشین اور خلیفہ معین فرمایا ہے اور فرمایا۔ ”مَنْ كُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِيَ مَوْلَاہُ“ آیا یہ بات آپ کی طرف سے ہے یا خدا کی طرف سے؟

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس خدا کی قسم جس کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں ہے یہ خدا کی طرف سے ہے۔

نعمان نے اپنا منہ موڑ لیا اور کہنے لگا۔

اللهم ان كان هذا هو الحق من

عندك فامطر علينا حجارة من

السماء

خدا یا اگر یہ حق بات تیری طرف سے ہے تو مجھ پر

آسمان سے ایک پتھر نازل کر۔

مدافعانِ ولایتِ علیؑ

حدیث قدسی میں اللہ رب العزت اعلان کرتا ہے:

ولایت علی ابن ابی طالب حصنی
فمن دخل حصنی امن من عذابہ
علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت میرا قلعہ ہے
جو اس میں داخل ہو گیا وہ میرے عذاب سے امان پا
گیا۔^۱

کہ علیؑ کی ولایت رکھنے والوں کو حکومت اپنے لیے خطرہ سمجھتی تھی۔
اس کے باوجود کہ حکومتوں کی سختیاں رہیں حضرت علی ابن
ابی طالب علیہما السلام کی ولایت کی تبلیغ کرنے والے اس ولایت کا
دفاع کرتے رہے۔ ان مدافعين میں سرفہرست سب سے پہلا
نام خود دختر رسولؐ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کا آتا ہے۔ آپؑ نے
اس ولایت کے دفاع میں بہت بڑی قربانی پیش کی۔ جناب سیدہ
سلام اللہ علیہا اور ان کے خاندان کی قربانیوں کا کوئی مقابلہ نہیں ہے
مگر اس مضمون میں ہم ان افراد کا مختصر ذکر کریں گے جو اہلبیت
میں سے نہیں ہیں مگر انھوں نے مولائے کائنات کی ولایت کا بھر
پور دفاع کیا ہے۔ ان سعادت مند افراد کو سرور کائنات کے جملوں
میں 'شیعۃ علیؑ' کا شیعہ کہا گیا ہے۔ ان میں بزرگ مرتبہ
اصحاب پیغمبر بھی ہیں اور اصحاب امیر المومنین بھی ہیں۔

اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم:

یہ وہ بلند مرتبہ افراد ہیں جنھوں نے اپنے کانوں سے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے فضائل سنے۔
انھوں نے خود دیکھا ہے کہ کس طرح سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم علی علیہ السلام
سے محبت کرتے تھے اور بارہا علی علیہ السلام کی ولایت سے متمسک
رہنے کا حکم فرماتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام
اصحاب پر علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت واضح کردی اور اس کی
تبلیغ فرما کر حجت تمام کردی چنانچہ یہی وہ افراد تھے جنھوں نے
اس فرمانِ مصطفیٰ پر عمل کیا۔ ان میں چند ایک نام یہ ہیں۔

اس طرح کی متعدد روایات کتب احادیث میں موجود ہیں
جن سے ولایت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی اہمیت کا اندازہ ہوتا
ہے۔ اللہ نے قرآن میں اس ولایت کی ضرورت کا ذکر فرمایا تو اس
کے رسولؐ نے بھی کبھی اعلانیہ تو کبھی فرداً فرداً امت کو حضرت علیؑ کی
ولایت سے متمسک رہنے کی نصیحت فرمائی۔ مگر افسوس امت نے
اپنے نبیؐ کے اس فرمان کو فراموش کر دیا۔ وقت آخر سرور
کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پوری طرح کوشش کرتے رہے کہ تمام امت کو علیؑ
کی ولایت میں داخل کر کے رخصت ہوں مگر افسوس نا اہل افراد
نے امت کو علیؑ کی ولایت سے دور کر دیا۔ بلکہ نوبت یہ آگئی کہ علیؑ
کی ولایت تو دور علیؑ کا نام لینے والے ہر شخص کو گناہ گار سمجھا جانے
لگا۔ جس نے بھی علیؑ کی محبت کا اظہار کیا اسے رافضی کہا جانے لگا۔
اور ان میں صرف شیعہ ہی نہیں، بلکہ بلند مرتبہ سنی علماء کو بھی نشانہ بنایا
گیا۔ اہل تسنن کے دو بڑے عالم (جنھوں نے مولانا علیؑ کے فضائل
بیان کیے) امام شافعی اور امام نسائی پر رافضی ہونے کا الزام آج
بھی صفحہ تاریخ میں مل جائیگا۔ صدر اوّل میں بھی حالات یہی تھے

سلمان محمدی، مقداد بن الاسود، ابوذر غفاری، عمار یاسر؛

۱۔ عیون اخبار الرضا (ع) - الشیخ الصدوق - ج ۱ - الصفحة ۱۴۶

ابوسنان؛ ابو عمرہ (عامر بن مالک بن النجار انصاری)؛ جابر بن عبد اللہ انصاری؛ سہل بن حنیف؛ عثمان بن حنیف وغیرہ۔ ان میں سے چند ایک کا ہم یہاں مختصر تعارف پیش کر رہے ہیں۔ یہ وہ افراد ہیں جو مولائے کائنات کی حکومت تک باحیات رہے اور آپ کے مخصوص جان نثاروں میں رہے۔ یہ تمام افراد مولائے متقیان کے ایک خاص گروہ شریطۃ الخمیس کا حصہ رہے ہیں۔ (اس گروہ کا ذکر بعد میں کیا جائے گا)

(۱) مقداد بن عمرو (متوفی ۳۳ ق):

جو مقداد بن اسود کے نام سے معروف ہیں، پیغمبر اکرم ﷺ کے جلیل القدر صحابی تھے۔ مقداد نے بعثت کے ابتدائی ایام میں اسلام قبول کیا۔ ان کا شمار علی الاعلان اسلام ظاہر کرنے والے ابتدائی مسلمانوں میں ہوتا ہے۔ اسی طرح آپ نے صدر اسلام کے عہد کی تمام جنگوں میں حصہ لیا۔ مقداد کو سلمان فارسی، عمار بن یاسر اور ابوذر غفاری کے ساتھ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے حقیقی پیروکاروں میں جانا جاتا ہے اور یہ افراد خود پیغمبر اکرم ﷺ کے زمانے سے ہی 'شیعان علی علیہ السلام' کے نام سے مشہور تھے۔ پیغمبر اکرم ﷺ کی وفات کے بعد امام علی علیہ السلام کی خلافت اور جانشینی کی حمایت کی، لہذا واقعہ سقیفہ میں ابو بکر کی بیعت سے انکار کیا۔ نیز آپ عثمان کے شدید مخالفین میں سے تھے۔ مقداد ان صحابیوں سے ہیں جنہوں نے حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی تشییع جنازہ میں شرکت کی۔ اہل بیت اطہار علیہم السلام سے منقول احادیث میں ان کی مدح بیان ہوئی ہے اور انھیں ان افراد میں شمار کیا گیا ہے جو امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کے وقت رجعت کریں گے۔ انھوں نے پیغمبر اکرم ﷺ سے احادیث بھی نقل کی ہیں۔

ایک روز جابر بن عبد اللہ انصاری نے سلمان، مقداد اور ابوذر کے متعلق رسول اللہ سے سوال کیا۔ جواب میں آپ نے ہر ایک کے بارے میں گفتگو کی اور مقداد کے بارے میں فرمایا: مقداد ہم میں سے ہیں۔ جو مقداد کا دشمن ہے خدا بھی اس کا دشمن ہے جو اس کا دوست ہے خدا بھی اس کا دوست ہے۔ اے جابر! اگر چاہتے ہو کہ تمہاری دعا مستجاب ہو تو خدا کے سامنے ان کے نام سے دعا کرو کیونکہ خدا کے نزدیک ان کا نام بہترین اسماء میں سے ہے۔^۱

بعض روایتیں مقداد کو امام علی علیہ السلام کے نہایت اطاعت گزار چاہنے والوں میں شمار کرتی ہیں^۲ شیخ مفید نے جناب مقداد کے متعلق احادیث نقل کی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ مقداد حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ظہور اور ان کے قیام کے دور میں رجعت کرنے والوں میں سے ہیں اور آپ علیہ السلام کے اصحاب اور آپ کی حکومت کے کمانڈروں میں سے ہوں گے۔^۳

آپ اسلام سے پہلے بھی توحید پرست تھے۔ وہ بیعت عقبی، جنگ بدر، جنگ احد، جنگ خندق اور جنگ موتہ میں موجود تھے۔

ابو الہیثم وفات پیغمبر (ص) کے بعد پہلے خلیفہ کی بیعت کے مخالفین میں سے تھے اور انھوں نے تیسرے خلیفہ کے قتل کے بعد حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی۔ جنگ صفین میں وہ

^۱ (شیخ مفید، الاختصاص، جامعہ مدرسین، ص ۲۲۳)

^۲ (شیخ طوسی، اختیار معرفۃ الرجال، ۱۴۰۴ ق، ج ۱، ص ۴۶)

^۳ (مفید، الارشاد، ۱۳۸۸ ش، ص ۶۳۶) ابو الہیثم بن تہیان (شہادت

۷۳ ق، جنگ صفین)

شہادت کے مرتبہ پر فائز ہوئے۔ حضرت علیؑ نے نبی البلاغہ میں ان کے جیسے اصحاب کے نہ ہونے پر افسوس ظاہر کیا ہے۔

...این عمار؟ این ابو الہیثم؟...

(۲) عثمان بن حنیف اوسی انصاری:

فضل بن شاذان سے منقول ہے کہ عثمان اور ان کے بھائی سہل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کے بعد حضرت علیؑ کی جانب رجوع کرنے والوں میں سب سے پہلے افراد ہیں۔^۲

عثمان جنگ جمل سے پہلے تک بصرے کے والی تھے۔ جب جنگ جمل برپا کرنے والے بصرہ میں داخل ہوئے تو آپ نے ان سے مقابلہ کیا۔ ان کے درمیان سخت جنگ ہوئی اور بالآخر دونوں کے درمیان معاہدہ ہوا کہ حضرت علیؑ کے یہاں آنے تک کسی قسم کا کوئی اقدام نہ کیا جائے۔ معاہدے کے باوجود زبیر اور اس کے ساتھیوں نے رات کی تاریکی میں شب خون مارا عثمان بن حنیف کے بہت سے ساتھیوں کو قتل کر دیا اور انھیں گرفتار کر لیا اور پھر رہا کر دیا۔ وہ رہائی پانے کے بعد دوبارہ حضرت علیؑ سے مل گئے۔

شرطۃ النخیس:

مولائے کائنات کے دور حکومت میں ان کے شیعوں کا ایک گروہ تشکیل پایا جس کو تاریخ میں 'شرطۃ النخیس' کہا جاتا ہے۔ اس گروہ کی خصوصیت یہ تھی کہ یہ حضرت علیؑ کے ساتھ ہمیشہ رہنے والا مسلح گروہ تھا۔ یہ گروہ ہر جگہ حضرت علیؑ کی حکومتی امور میں مدد کرتا اور یہ جماعت جنگوں میں امام کی ہمرکابی کے علاوہ

امن کے زمانے میں اجرائے حدود الہی، کوفہ کے حفظ و امان، آپ کی حفاظت اور جنگ کے لئے افرادی قوت کو جمع کرنے کے فرائض انجام دیتا تھا۔

'شرطۃ النخیس' 'شرطۃ لغت' میں گروہ، گروہوں اور 'شرط' پیمان و عہد کے معنی میں آیا ہے۔ اصطلاح کے لحاظ سے لشکر کے پہلے گروہ کو کہا جاتا ہے کہ جو جنگ میں حاضر ہوتا ہے اور مرنے کے لئے تیار ہو۔ نخیس لشکر کے معنی میں ہے اور 'نخیس' کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ لشکر پانچ حصوں میں تقسیم ہوتا ہے: مقدمہ، ساق، میمنہ (سمت راست)، میسرہ (سمت چپ) اور قلب لشکر۔^۳

'شرطۃ النخیس' میں کتنے افراد تھے اس پر مورخین میں اختلاف ہے۔ کچھ کے نزدیک یہ ۶۰۰۰ افراد حضرت علیؑ کے با وفا اصحاب تھے جو جنگ کرنے سے لے کر مرنے تک ہمہ وقت تیار رہتے تھے اور حضرت علیؑ ان کی بہشت کے ضامن تھے۔^۴

اصحاب امیر المومنین علیؑ میں جو نام زیادہ تر معتبر کتابوں میں نقل ہوئے ہیں ان میں سے زیادہ مشہور یہ ہیں۔

- ابوالرضی عبداللہ بن یحییٰ حضرمی^۵

- یحییٰ حضرمی^۶

- عبیدۃ السلمانی المرادی^۷

^۳ (علیاری تبریزی، ج ۲، ص ۵۰؛ مجلسی، ملاذ الاخبار، ج ۱، ص ۲۴)

^۴ (بحر العلوم، سید مہدی، الفوائد الجالیہ، ج ۳، ص ۳۶)

^۵ (رجال البرقی، ص ۳؛ الاختصاص، ص ۴)

^۶ (رجال البرقی، ص ۳)

^۷ (الاختصاص، ص ۴)

^۱ (نبی البلاغہ، ص ۱۴، خطبہ ۱۸۲، ص ۲۶۴)

^۲ (اختیار معرفۃ الرجال - طوسی، ج ۱، ص ۱۷۷-۱۸۳)

- حبیب بن مظاہر اُسدی^۱

- عبداللہ بن اُسید کندی^۲

- ابویحییٰ حکیم بن سعید حنفی^۳

- سلیم بن قیس ہلالی^۴

- اصغ بن نباتہ تمیمی مجاشعی^۵

ان تمام مدافعين ولايت کا مختصر ذکر بھی اس مضمون کو بہت طولانی کر دے گا اس لیے ہم بعض کا ذکر پیش کر رہے ہیں۔

(۳) عبداللہ بن یحییٰ حضرمی:

عبداللہ، امام علی علیہ السلام کی خلافت کے زمانہ میں شرطہ النخیس میں سے تھے اور جنگ جمل میں شریک تھے۔^۶

صلح امام حسن علیہ السلام کے بعد معاویہ کے حکم سے شہید کئے گئے۔ امام حسن علیہ السلام نے معاویہ کو لکھے گئے ایک خط میں عہد نامہ کی خلاف ورزی اور عبداللہ بن یحییٰ کے قتل کی طرف اشارہ کیا ہے۔

ایک روایت میں نقل ہوا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے جنگ جمل کے دوران ان سے فرمایا: تم کو بشارت ہوا ہے عبداللہ، بلاشبہ تم اور تمہارے والد شرطہ النخیس میں شامل ہیں اور خود پیغمبر

۱ (معجم رجال الحديث، ج ۵، ص ۲۰۲)

۲ (بحار الأنوار، ج ۵۳، ص ۱۰۸)

۳ (رجال البرقي، ص ۴؛ الاختصاص، ص ۲؛ بحار الأنوار ج ۳۴، ص ۲۷۲ ورک: خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ج ۸، ص ۲۶۸)

۴ (رجال البرقي، ص ۴؛ الاختصاص، ص ۲؛ رک: حلی، خلاصة

الأقوال (رجال العلامة)، ص ۸۳)

۵ (الطبقات الکبری، ج ۶، ص ۲۲۵؛ الاختصاص، ص ۶۵)

۶ (الاختصاص، ص ۳)

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے اور تمہارے والد کے نام شرطہ النخیس کی فہرست میں ہونے کی خبر مجھے دی ہے۔ خداوند عالم نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے تمہیں شرطہ النخیس کے نام سے موسوم کیا ہے۔^۷

حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد سے عبداللہ ہمیشہ محزون رہتے تھے اور حضرت کے فضائل بیان کیا کرتے تھے۔ زیاد بن ابیہ نے معاویہ کو حضرت علی علیہ السلام سے ان کی بے پناہ محبت کے بارے میں بتایا تو اس نے عبداللہ اور ان کے ساتھیوں کے قتل کا حکم جاری کیا۔

علامہ ایثنی اپنی کتاب الغدير میں المجر سے نقل کرتے ہوئے ذکر کرتے ہیں کہ زیاد نے انھیں کوفہ میں اپنے گھر کے باہر کئی دنوں تک تختہ دار پر لٹکا کر رکھا تھا۔^۸

(۴) اصغ بن نباتہ:

امیر المومنین علیہ السلام کے جلیل القدر اصحاب میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ جنگ جمل اور صفین میں مولا کے ہم رکاب ہو کر ان کے دشمنوں سے جنگ کی۔

اصغ بن نباتہ شرطہ النخیس میں ایک اہم رکن تھے۔ جب ان سے سوال کیا گیا کہ مولائے کائنات تمہارے نزدیک کیا منزلت رکھتے ہیں تو آپ نے جواب دیا:

أَنَّ سَيْوفَنَا كَانَتْ عَلَى عَوَاتِقِنَا فَمَنْ
أَوْحَى إِلَيْهِ ضَرْبُنَا هَبَا، وَكَانَ يَقُولُ
لَنَا تَشَرُّطُوا فَوَاللَّهِ مَا اشْتَرَطَكُمْ

۷ (کشی، رجال، ص ۶)

۸ (الغدير، ج ۱۱، ص ۷۹-۸۰)

لِذَهَبٍ وَلَا لِفِضَّةٍ وَمَا اشْتَرَاظَكُمْ إِلَّا لِلْمَوْتِ

ہم اپنی تلواروں کو اپنے کاندھوں پر تیار رکھتے ہیں۔ اگر مولا کسی کی طرف (صرف) اشارہ کریں تو ہم اس شخص پر حملہ کر دیں۔ مولائے کائنات ہم سے کہا کرتے تھے ہمارا تم سے عہد و پیمان نہ سونے کا ہے نہ چاندی کا ہے بلکہ موت کا ہے۔^۱

آپ کے ذمہ مولائے کائنات نے کوفے کے کچھ حکومتی نظام بھی سونپے تھے۔ اصبح بن نباتہ نے امیر کائنات سے بہت سی معتبر اور مشہور روایتیں بھی نقل کی ہیں۔ ان روایتوں کو اہل تسنن علماء نے بھی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔

(۵) صَعَصَعہ ابن صوحان:

امام علیؑ کے قریب ترین اصحاب میں سے تھے۔ آپ نے جنگ جمل، صفین اور نہر وان میں شرکت کی۔ صعصعہ خطابت میں مہارت رکھتے تھے اور اسی مہارت کے ذریعے امام علیؑ کے دفاع اور معاویہ پر تنقید کیا کرتے تھے۔ امام جعفر صادقؑ بھی انھیں ان چند افراد میں شمار کرتے ہیں جنہیں امام علیؑ کی حقیقی معرفت حاصل تھی۔^۲

وہ ان اولین افراد میں شامل ہیں جنہوں نے امیر المؤمنین علیؑ کی بیعت کی۔^۳

صعصعہ امام علیؑ کی تشیع جنازہ میں شریک تھے۔ آپ کو دفن

کرنے کے بعد وہ اپنے سر پر خاک ڈالتے اور گریہ کرتے ہوئے آپ کی قبر پر آئے۔ امام علیؑ کے فضائل بیان کرنے کے ساتھ ساتھ خود کو امیر المؤمنین حضرت علیؑ کے دوستانہ ان میں سے قرار پانے اور آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق کے لیے دعا کر رہے تھے۔^۴

(۶) ابوصادق سلیم بن قیس ہلالی عامری:

کوفے کے رہنے والے تھے اور شیعوں کے پہلے چار ائمہ کے اصحاب خاص میں سے تھے۔ انھوں نے امام محمد باقرؑ کو بھی درک کیا ہے۔ آپ قدیم شیعہ علماء اور بزرگان نیز ائمہ معصومین علیہم السلام کے مورد اعتماد اور ائمہ کے نزدیک ایک خاص محبوبیت رکھتے تھے۔

تیسرے دور خلافت میں ابوذر راور مقداد وغیرہ سے ان کا گہرا رابطہ تھا۔ ۳۵ ہجری قمری میں جب امیر المؤمنین حضرت علیؑ نے خلافت کی باگ ڈور سنبھالی تو اس وقت بھی سلیم بن قیس پیش پیش تھے۔ وہ ایک طرف قلم کے ذریعے حق کی نصرت میں مصروف تھے تو دوسری جانب ضرورت پڑنے پر تلوار لے کر میدان جنگ میں بھی جہاد کے لیے حاضر رہے اور شرطہ انمیس میں شامل ہو گئے اور اس دوران بھی میدان جنگ کی تمام روئداد کو قلمبند کرتے رہے۔^۵

آپ چونکہ امیر المؤمنین علیؑ کے خاص اصحاب میں سے تھے اس لیے آپ علیؑ کی عمر مبارک کے آخری تین دن میں ہمیشہ آپ کے سر ہانے حاضر رہے اور اس دوران آپ کی تمام وصیتوں

۱ (رجال الکشی، ص ۶)

۲ (ابن اثیر، اسد الغابہ، ج ۳، ص ۲۰)

۳ (یعقوبی، ج ۲، ص ۱۷۹)

۴ (بخاری الاوار، ۱۴۰۳ق، ج ۴۲، ص ۲۹۵)

۵ (اسرار آل محمد، ص ۲۰)

کومن وعن قلمبند کرتے رہے۔^۱

(۷) مالک بن حارث:

جو مالک اشتر نخعی کے نام سے مشہور ہیں امام علی علیہ السلام کے خاص اصحاب اور آپ کے لشکر کے کمانڈروں میں سے تھے۔ تیسری خلافت کے دور میں ابوزر کی حمایت اور کوفہ کے گورنر پر اعتراض کرنے کے جرم میں انھیں محض شہر بدر کیا گیا۔

خلیفہ کے قتل ہونے کے بعد لوگوں کو امام علی علیہ السلام کی بیعت کی طرف دعوت دینے والوں میں سے تھے۔ امام کی خلافت ظاہری کے دوران جنگ جمل اور جنگ صفین میں امام علی علیہ السلام کے لشکر کے کمانڈروں میں تھے اور آپ کی حکومت کے دوران مصر کی گورنری پر مامور ہوئے۔ امام علی علیہ السلام نے آپ کو خدا کی تلوار کا لقب دیا اور عہد نامہ مالک اشتر نامی مشہور عہد نامہ جسے آپ نے مالک اشتر کے نام لکھا تھا تاریخ میں درج ہے۔ مالک اشتر مصر پہنچنے سے پہلے ہی شہادت کے عظیم مرتبے پر فائز ہوئے۔

(۸) محمد بن ابی بکر بن ابی قحافہ:

امام علی علیہ السلام کے نہایت ہی قریبی اور خاص اصحاب میں سے تھے اور آپ علیہ السلام کے دور خلافت میں مصر کے گورنر مامور ہوئے

آپ خلیفہ اول اور اسماء بنت عمیس کے فرزند تھے اور ابوبکر کی موت کے بعد جب امام علی علیہ السلام نے اسماء بنت عمیس سے شادی کی تو اپنی ماں کے ساتھ امام علی علیہ السلام کے گھر آ گئے اور وہیں ان کی پرورش ہوئی۔ امام علی علیہ السلام اور ان کے درمیان اس قدر محبت اور الفت قائم ہوئی کہ امام علی علیہ السلام انھیں اپنی اولاد کی طرح جانتے

تھے۔ امام علی علیہ السلام کے نزدیک ان کے مقام و منزلت کو پیغمبر اکرم (ص) کے نزدیک ابوزر کے مقام و منزلت کی طرح قرار دیا گیا ہے۔ اس طرح ان میں حضرت علی علیہ السلام سے والہانہ محبت اور الفت پیدا ہوئی۔ حضرت علی علیہ السلام کو بھی ان سے اتنا ہی لگاؤ تھا اور انھیں ”صلب ابوبکر سے اپنا بیٹا“ قرار دیتے تھے۔ نبج البلاغہ میں اسی حوالے سے آپ یوں فرماتے ہیں:

وہ (محمد) میرا دوست ہے چونکہ انھیں اپنی اولاد کی طرح میں نے تربیت دی ہے۔^۲

امام علی علیہ السلام کے دور خلافت میں ”شرطہ انجیس“ میں سے تھے اور جنگ جمل اور جنگ صفین میں امام علی علیہ السلام کی فوج کے سپہ سالاروں میں تھے۔ حدیث اور تاریخ کے منابع میں ان کی تعریف و تہجد کی گئی ہے۔ آخر کار انھیں معاویہ کے لشکر کی جانب سے مصر پر کئے گئے حملے میں شہید کر دیا گیا۔

(۹) میثم تمار اسدی کوفی:

امام علی علیہ السلام کے نامی گرامی صحابی ہیں۔

وہ عجمی تھے لیکن چونکہ بنی اسد کی ایک خاتون کے غلام تھے، اسی لیے اس قبیلے سے منسوب کئے گئے ہیں بعد میں حضرت علی علیہ السلام نے انھیں اس عورت سے خرید کر آزاد کیا اور جب ان کا نام پوچھا تو انھوں نے عرض کیا: ”میرا نام سالم ہے“؛ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: پیغمبر اکرم (ص) نے مجھے خبر دی ہے کہ تمھارے عجمی والدین نے تمھارا نام ”میثم“ رکھا تھا، میثم نے تصدیق کر دی؛ امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: ”اپنے سابقہ نام کی طرف لوٹو جس سے پیغمبر (ص) نے بھی تمھیں پکارا ہے“؛ میثم نے

^۲ (مماقانی، تنقیح المقال، ج ۲، ص ۵۸، نبج البلاغہ، خطبہ ۶۷)۔

^۱ اسرار آل محمد، ص ۲۱

قبول کیا اور ان کی کنیت ”ابو سالم“ ٹھہری۔ ان کی دوسری کنیت ”ابو صالح“ تھی۔^۱

میشم کو امام علی علیہ السلام کی خاص توجہ حاصل تھی اور انھوں نے امام علیہ السلام سے بہت سے علوم حاصل کیے۔ امام علیہ السلام ان کے ساتھ زیادہ بات چیت کرتے تھے۔ آپ علیہ السلام نے میشم کو ”اسرار وصیت“ سمیت بہت سے علوم سکھائے اور انھیں غیبی امور سے آگاہ کیا اور انھیں ان ”آزمائے ہوئے مؤمنین“ کے گروہ میں قرار دیا جو رسول اللہ (ص) کے اوامر اور اہل بیت علیہم السلام کی احادیث کے درک کرنے اور متحمل ہونے کے سلسلے میں اعلیٰ ترین مقام و منزلت سے بہرہ مند تھے۔ ان حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ میشم روحانی ظرف اور صلاحیت کے بلند مراتب پر فائز تھے۔^۲

امیر المؤمنین علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے اصحاب کو سب و دشنام دیتے ہوئے معاویہ میشم کی بھی برائی کرتا تھا اور ان کو گالیاں دیتا تھا۔ امام علی علیہ السلام کے بعد میشم امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کے وفادار اصحاب میں شمار ہونے لگے۔^۳

میشم نے تختہ دار پر بلند آواز سے لوگوں کو بلایا اور کہا کہ حضرت علی علیہ السلام کی حیرت انگیز اور چھپی ہوئی حدیثیں سننے کے لئے جمع ہو جائیں۔ انھوں نے بنو امیہ کے فتنوں اور بنی ہاشم کے بعض فضائل بیان کئے۔ ابن زیاد نے رسوائی کے خوف سے، حکم دیا کہ میشم کے منہ پر لگام باندھی جائے۔ کہا گیا ہے کہ میشم تمنا را اسلام میں

وہ پہلے شخص تھے جن کے منہ پر لگام باندھی گئی۔^۴

ایک روایت کے مطابق میشم کے تختہ دار پر لٹکائے جانے کے تیسرے روز، ایک خنجر سے ان کے پیٹ کو زخمی کیا گیا اور اسی دن شام کے وقت ان کے منہ اور ناک سے خون جاری ہوا اور آپ شہید ہو گئے۔^۵

ہمارا کروڑوں سلام ہو ان تمام مدافعان ولایت امیر المؤمنین علیہ السلام پر جنھوں نے اپنی جان کی پروا کیے بغیر راہ ولایت میں گردن کٹا کر اپنے پاکیزہ خون سے تاقیامت حق و باطل کے درمیان سرخ لکیر کھینچ دی ہے کہ کسی کے لیے صراط مستقیم تک پہنچنے میں کوئی رکاوٹ نہیں رہ جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج چودہ سو سال گزر جانے کے بعد بھی راہ حق کے متلاشی افراد مدافعان ولایت کی تاریخ پڑھ کر ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے در ولایت مرتضوئی سے متمسک ہوتے جا رہے ہیں اور ان مدافعان ولایت سے سبق لے کر اس راہ کی ہر دشواریوں کو تحمل کر رہے ہیں اور یہ سلسلہ اور بہتر انداز سے انشاء اللہ وارث ولایت غدیر حضرت جتہ ابن الحسن العسکری علیہما السلام کے ظہور تک جاری رہے گا یہاں تک کہ سارے عالم پر غدیری اسلام کا پرچم لہرا اٹھے گا۔
خدا یا! امام مہدی علیہ السلام کے ظہور پُر نور میں تعجیل فرما اور ہمیں ان کے غلاموں میں شمار فرما۔ آمین

^۴ (کلینی، الکافی، ج ۲، ص ۲۲۰-۲۲۱، کشی، رجال، ص ۸۴-۸۵، شریف رضی، خصائص الائمة علیہم السلام، ص ۵۵-۵۶، مفید، ارشاد، ج ۱، ص ۳۹۰-۳۹۱، قتال نیشابوری، روضۃ الواعظین، ج ۲، ص ۲۸۸-۲۸۹)۔

^۵ (کشی، رجال، ص ۸۷، مفید، ارشاد، ج ۱، ص ۳۲۵-۳۲۶، ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغہ، ج ۲، ص ۲۹۳-۲۹۴)

^۱ (کشی، رجال، ص ۸۲-۸۳، مفید، ارشاد، طبری، اعلام الوری باعلام الہدی، ج ۱، ص ۳۴۱-۳۴۲، عسقلانی، ابن حجر، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ج ۶، ص ۲۴۹)

^۲ (تاریخ البیہقی، ج ۲، ص ۲۱۳-۲۱۴، شاذان قمی، الفضائل، ص ۱۰۳، ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغہ، ج ۲، ص ۲۹۱)

^۳ (طوسی، رجال الطوسی، ص ۹۶، ۱۰۵)

حدیث غدیر میں معنی ولایت ادباء و شعراء کی نظر میں

ان شاعروں کی باتیں اور بیان خیالی داستان نہیں ہے۔ بلکہ ادبی حقیقت ہے۔

قابل توجہ ہے کہ شعراء غدیر، بیان کی سطح میں خود ایک داستان ہیں جو عینی دنیا میں واقع ہوئے ہیں اور جو کچھ نظم و شعر کی شکل میں کہا ہے یا قالب نثر میں بیان کیا ہے، وہ حقیقت ہے، خیال پرداز نہیں۔

حدیث مناسب قافیہ میں:

حقیقت میں اُن کے اشعار ایک مستند روایت مناسب قافیہ کے ساتھ شعر کے قالب میں اُتار دئے گئے ہیں۔ اور یہ شعراء صلاحیت رکھتے ہیں کہ غدیر کے تاریخی واقعہ کو تاکید کے ساتھ بیان کریں۔

تذکر: اصل مضمون کے آغاز سے پہلے ضروری سمجھتے ہیں کہ مضمون کے ماخذ و مدرک کا تعارف کرا دیا جائے۔ یہ مضمون کتاب

الْغَدِيرُ فِي الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَالْأَدَبِ

جس کے مؤلف الشیخ عبدالحسین احمد الامینی الخفیی قدس سرہ معروف بہ علامہ امینی ہیں سے ماخوذ ہے۔

الغدیر و علامہ امینی:

علامہ امینی نے کتاب الغدیر کو عربی زبان میں لکھا ہے۔ اور ثابت کیا ہے کہ غدیر خم میں حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کو

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِي اصْطَفَى
قارئین محترم: خدا کا شکر کہ اس نے ہمیں موقع فراہم کیا اور گزشتہ چند برسوں سے ”آفتاب ولایت“ میگزین کے ذریعہ حضرت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت اور آنحضرت علیہ السلام کے فضائل و کمالات پر مبنی مضامین پیش کرنے کی سعادت مرحمت فرمائی۔

آفتاب ولایت میں مختلف مضامین کے ذریعہ پیغمبر کی نصرت سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ امام علی علیہ السلام ہی مولا و ولی مؤمنین و جانشین بلا فصل پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

ائمہ ہدیٰ علیہم السلام اور علماء امامیہ کے بیانات سے واضح ہے کہ ”مولا“ کے معنی صدر اسلام کے عرب اور بعد کی نسلوں کے عرب نے وہی سمجھا ہے جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کے حکم سے بیان کیا ہے۔ اس مضمون میں اور انشاء اللہ آئندہ بھی ہم کوشش کریں گے کہ نامور ادباء و شعراء کا تذکرہ کریں جنہوں نے حدیث غدیر میں لفظ مولا کے معنی کو اور واقعہ غدیر کو اپنے اشعار میں بیان کیا ہے۔ اُن شعراء کے حالات زندگی پر مختصر روشنی ڈالیں گے تاکہ قارئین کو اندازہ ہو سکے کہ عربوں کے درمیان میں ان کی کیا عظمت اور کیا مرتبہ تھا۔

ضمناً ان شعراء عالی مقام میں سے ہر ایک، کہ ان میں کے اکثر عالم و فاضل اور راویان حدیث غدیر کے زمرہ میں آتے ہیں۔ گرچہ شعراء خیالی داستانیں بیان کرتے ہیں، لیکن

۱ سورہ شعراء (۲۶) آیت ۲۲۵: اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَّهْبِئُونَ:
کیا تم نہیں دیکھتے کہ یہ لوگ جنگل جنگل سرگرداں مارے پھرتے ہیں۔

عبدالحسین احمد امینی معروف بہ علامہ امینی نجفی ۱۳۲۰ھ ہجری میں ایران کے شہر تبریز میں پیدا ہوئے۔ علوم مقدماتی تبریز میں حاصل کئے اور اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے نجف اشرف کا رخ کیا۔ نجف اشرف کے نامور اساتید جیسے سید ابوالحسن اصفہانی (متوفی ۱۳۶۳ھ) میرزا محمد حسین ناہنئی (متوفی ۱۳۵۵ھ) اور شیخ عبدالکریم حارثی یزدی (متوفی ۱۳۶۱ھ) جیسے مراجع سے اجتہاد اور دیگر علماء سے نقل روایت کی اجازت حاصل کی۔ یہ تمام علماء نے علامہ امینی کی علمی دینی اور سماجی مقام و منزلت کی تعریف کی ہے۔

وفات:

علامہ امینی کثرت مطالعہ کی وجہ سے بیمار ہوئے اور بروز جمعہ ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۹۰ھ ظہر سے پہلے تہران میں وفات پائی۔ انتقال سے پہلے تربت کر بلا سے مخلوط پانی سے اپنا لباس مرطوب کیا اور اپنے بیٹے آقا رضا امینی نجفی سے فرمایا کہ میرے لئے دعائے عدیلہ پڑھو۔ انہوں نے دعائے عدیلہ پڑھ لیا تو مناجات خمس عشر پڑھنے کو کہا پھر دعائے متوسلین کا مطالبہ کیا اور پھر مناجات مختصمین پڑھوایا۔ جب رضا امینی دعائیں پڑھ رہے تھے تو آپ کی آنکھوں سے آنسو مسلسل بہہ رہے تھے۔ آپ کی زبان پر آخری کلمات دعا کے یہ جملے تھے:

اَللّٰهُمَّ هٰذِهِ سَكَرَاتُ الْمَوْتِ قَدْ
حَلَّتْ فَاَقْبَلْ اِلَيَّ بِوَجْهِكَ الْكَرِيْمِ وَ
اَعِنِّيْ عَلَى نَفْسِيْ بِمَا تَعَيَّنْ بِهِ
الصّٰلِحِيْنَ عَلَى اَنْفُسِهِمْ...

دعا کے ختم ہوتے ہی آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور

رسول خدا ﷺ نے بحکم خداوند متعال اپنا جانشین و خلیفہ بنایا ہے۔ یہ کتاب گیارہ جلدوں میں لکھی گئی ہے جس کی پہلی جلد میں حدیث غدیر پر تحقیق کی گئی ہے۔ علامہ امینی حدیث غدیر کو پیغمبر اکرم ﷺ سے وارد ہونے والی حدیثوں میں سب سے یقینی اور متواتر ترین حدیث قرار دیتے ہیں۔ لہذا آپ نے اس حدیث کے اسناد کو اہل سنت کی کتابوں سے صحابہ و تابعین و تبع تابعین و سے لے کر چودھویں صدی کے علماء تک ذکر کیا ہے۔ پہلی جلد میں آپ نے اس حدیث کو نقل کرنے والے ایک سو دس (۱۱۰) صحابی اور چوراسی (۸۴) تابعین کے نام ذکر کئے ہیں۔ دوسری جلد سے ساتویں جلد میں اُن شعر کا تذکرہ ان کے اشعار کے ساتھ کیا ہے جنہوں نے حدیث غدیر اور واقعہ غدیر کو نظم کیا ہے۔ اور بقیہ جلدوں میں بھی شاعروں کی معرانی کے علاوہ بعض شیعہ اور سنی اختلافات کا تذکرہ کیا ہے۔

ہندوستان کا سفر:

علامہ امینی نے اس کتاب کی تحریر کے لئے مختلف ممالک کا سفر کیا منجملہ انہوں نے ہندوستان، مصر اور شام کا سفر کیا۔ حیدرآباد، دکن، علی گڑھ، لکھنؤ، کانپور، جلالی، رامپور اور ممبئی ہندوستانی شہر اور اسی طرح قاہرہ، حلب، نیل، دمشق وغیرہ شام و مصر میں۔ ۱۳۸۰ھ میں ہندوستان آئے تھے۔

کتاب کا نام ”الغدیر فی الکتاب والسنة والادب“ اس لئے چنا گیا کہ جو شخص حدیث غدیر کا انکار کرے حقیقت میں وہ قرآن، سنت، ادب و تاریخ اور عربی اشعار کے مجموعہ کا منکر ہے۔ اصل میں اس کتاب کے تعارف کے لئے ایک علیحدہ مضمون کی ضرورت ہے اور اس مضمون میں ہمارا منشاء یہ نہیں ہے لہذا اسی پر اکتفا کرتے ہیں اور کچھ جانیں مرحوم مؤلف کے سلسلہ میں نقل کر کے اصل مطلب کی طرف پلٹیں گے۔

آپ کی روح پرواز کر گئی۔^۱

اس مختصر مقدمہ کے بعد ہم اصل موضوع کی طرف پلٹتے ہیں اور حدیث غدیر کو شعراء کے حوالہ سے بیان کریں گے۔

توجہ:

مرحوم علامہ امینی طاب ثراہ نے خود یہ لکھا ہے کہ: ہم نے شعر کے نقل کرنے میں شعر کی خوبی کو اس کی صناعیت شعری کی حیثیت کو نظر میں نہیں رکھا ہے اور شاعر کے نادر الزمن پر بھی نظر نہیں رکھی ہے کیونکہ ہمارا مقصد اس زاویہ کو بیان کرنا نہیں ہے بلکہ ہمارا مقصد روایت غدیر کو شعر کی صورت میں نقل کرنا اور اس عظیم داستان کی حقیقت کو درک کرنا ہے۔^۲

شعر و شعراء: جب ہم ادیبوں کے منظوم آثار پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم اُس سطح پر پاتے ہیں کہ لفاظی اور عبارت پردازی کے مرحلوں سے بلندی تک پہنچے ہوئے یہ کلام تملق و چالوسی سے دور ہیں اور ان کے اشعار ایک زندگی کے ایک مکتب انسانی کے قیام اور معارف بشری کے نشر کرنے کے لئے استعمال ہوئے ہیں اور اس کام میں انہوں نے قرآن اور حدیث کی پیروی کی اور علوم عقلی و نفسی کے تحت بحث کی ہے اور اسی طرح انہوں نے علوم بشری میں اپنا قدم جمایا ہے اور نصیحت آمیز اور فائدہ مند باتیں کی ہیں جو ان کے انسان کامل ہونے کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ امرا کی مجالس میں شاعروں کے ہنر کو سراہا گیا ہے۔ شاعر کے شعر، فضائل اخلاقی اور امور معنوی کو سننے والے کی روح تازہ کر دیتے ہیں اور ایک گہرے جذبہ کے ساتھ یہ اشعار راہِ حق کو حقیقت چشمہ زلال تک پہنچا دیتے ہیں۔

۱ الغدیر، ترجمہ فارسی، جلد ۳/۸۔

۲ الغدیر، مقدمہ از رضا عبدالحسین امینی۔ جلد صفحہ ۱۲۲ و ۱۲۳۔

سادہ لفظوں میں ہم یوں کہیں کہ آج بھی ہمارے یہاں محفلِ مقاصدہ وغیرہ میں جب شاعر اپنا کلام پیش کرتا ہے اور سامعین اسے سنتے ہیں تو دیکھا یہ گیا ہے کہ لوگ جھوم اٹھتے ہیں۔ ہاں کچھ لوگ پورے شعور کے ساتھ ان اشعار کا لطف اٹھاتے ہیں اور کچھ لوگ کم شعوری میں بھی اپنے عقیدہ کو پختہ کر لیتے ہیں۔ اردو، عربی، فارسی یا کسی بھی زبان میں کہے گئے شعر میں یہ تاثیر پائی جاتی ہے۔

علامہ امینی لکھتے ہیں کہ اگر آپ عربی زبان سے آشنا ہوتے تو فرزدق کے ”قصیدہ میمیہ“ کو سن کر دباختہ ہو جاتے اور اسی طرح ہاشمیات کیمیت سے انس پیدا کرتے اور حمیری کے ”قصیدہ عینیہ“ سے احساس انقلاب اپنے دل میں پیدا کرتے۔ اسی طرح دعبل کے ”قصیدہ تانیہ“ کو پڑھے تو خاندان رسول پر ہونے والے مظالم اور جنایتوں پر اٹکبار ہو جاتے۔

انشاء اللہ ہم ان سلسلہ وار مضامین میں اُن حق گو شاعروں کے حالات اور ان کے اشعار سے کچھ حد تک آشنا ہوں گے۔ ہمارے ائمہ علیہم السلام نے ایسے شعراء کی تعریف کی ہے اور ان کی ہمت افزائی کے لئے درہم و دینار عطا کئے ہیں۔ اور اپنی زبان مبارک سے ان کی تشویق و ترغیب کی ہے۔ ہمیں ائمہ کی زبان سے اس طرح کے جملہ نظر آتے ہیں:

”جو ایک خطِ شعر ہمارے بارے میں کہے خداوند بہشت میں اس کے لئے ایک گھر بناتا ہے۔“

اور ائمہ لوگوں کو شعر کے یاد کرنے کے لئے ترغیب دلاتے ہیں جبکہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

”اپنی اولاد کو عبدی شعری سے آشنا کرو“ یا فرمایا:

”ہمارے بارے میں کوئی شعر نہیں کہتا مگر یہ کہ وہ روح القدس کی جانب سے اس کی مدد ہوتی ہے۔“

کئی رجال کے بزرگ عالم تھے، انہوں نے نقل کیا ہے کہ ابوطالب مئی فرماتے ہیں کہ:

میں نے چند شعر کہے اور امام باقر علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا ان اشعار میں آپ کے والد کی روح تھی۔ میں نے حضرت سے تقاضا کیا کہ اجازت دیں کہ خود

ان کی مدح کرو۔ لیکن حضرت باقر علیہ السلام نے کاغذ کے اُس حصہ کو الگ کر لیا جس پر شعر لکھے تھے اور اپنے پاس محفوظ کر لیا اور خالی کاغذ کے حصہ پر لکھا: أَحْسَنْتَ

فرمایا: خوب تم نے لکھا ہے خدا تجھے نیک جزا دے۔“

اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت سے تقاضا کیا کہ اجازت دے دیں کہ اُن کے والد کی مصیبت پر نوحہ لکھوں۔ حضرت نے جواب میں لکھا: کوئی اشکال نہیں ہے میرے والد اور میرے لئے بھی نوحہ لکھو۔^۱

حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شعراء کی پاک و پاکیزہ لوگوں کی مدح کرنے کے لئے اور مخالفین کی مذمت کے لئے غیر معمولی طور پر تشویق فرماتے، اور دوسروں کو شعر پڑھنے کو کہا کرتے تھے اور شاعروں کو اجازت دیتے کہ شعر کہیں اور شعر کہنے والوں کے ساتھ مراعات فرماتے۔ ہمیں تاریخ میں ملتا ہے کہ آپ اپنے چچا حضرت ابوطالب کے اشعار سن کر بے تاب ہو جاتے تھے۔ جب آپ نے بارش آنے کے لئے دُعا کی اور خدا نے بارش نازل کی۔ تو فرمایا: ابوطالب کا خدا خیر کرے اگر وہ زندہ ہوتے تو ان کی آنکھیں یہ دیکھ کر ٹھنڈی ہو جاتی۔ پھر آپ نے کہا: کیا کوئی ہے جو اُن کے شعر کو پڑھے۔ عمر بن خطاب کھڑے ہوئے اور کہا: شاید آپ کی مراد یہ شعر ہے:

وَمَا حَمَلْتُ مِنْ نَاقَةٍ فَوْقَ

ظَهْرَهَا

أَبَرَّ وَأَوْفَى ذِمَّةٍ مِنْ مُحَمَّدٍ

کسی ناقہ نے اپنی پشت پر محمدؐ سے زیادہ نیک اور وفادار انسان کا بوجھ نہیں اٹھایا۔“ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ میرے چچا کا شعر نہیں ہے بلکہ حسان بن ثابت کا شعر ہے۔ پھر حضرت علی علیہ السلام اٹھے اور فرمایا: شاید آپ نے اس شعر کا ارادہ کیا ہے:

وَ أَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْعِمَامَ

بِوَجْهِهِ

رَبِيعَ الْيَتَامَى عَصَمَةً

لِلْأَرَامِلِ

تَلُوذُ بِهِ الْهَلَاكُ مِنْ آلِ هَاشِمٍ

فَهُمْ عِنْدَكَ فِي نِعْمَةٍ وَفَوَاضِلِ

وہ روشن چہرہ کہ جس کا واسطہ دے کر بارش طلب کی جاتی ہے، وہ ”محمد“ صلی اللہ علیہ وسلم یتیموں کی پناہ اور بیوہ عورتوں کا سہارا ہے، بنی ہاشم سختیوں میں انہیں کا دامن پُر مہر و محبت تھامتے ہیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہی شعر ہے ابوطالب کا۔

’اُسی وقت قبیلہ کنانہ کا ایک شخص کھڑا ہوا اور اپنے کچھ اشعار سنائے جس کا مطلع تھا:

لَكَ الْحَمْدُ وَالْحَمْدُ حَمْنُ شَكَرٍ

سَقَيْنَا بِوَجْهِ النَّبِيِّ الْمَطَرُ

پُروردگار! حمد و ثنا تیرے لئے ہے اور حمد و شکر کرنا ہم

۱ الغدیر ترجمہ فارسی جلد ۲/ ۸ تا ۱۱۔

۲ امالی شیخ طوسی/ ۴۶، الغدیر فارسی جلد ۳/ ۱۲

پر لازم ہے، ہمیں نبی کریم کے صدقہ میں تو نے بارش سے نوازا۔

پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: مرحبا اے مرد کنانی: خدا تجھے ہر شعر کے عوض جنت میں ایک گھر عطا کرے۔^۱

خلاصہ یہ کہ مرحوم علامہ امینی نے صفحات الغدیر پر بہت سی مثالیں اور واقعات نقل کئے ہیں جن میں پیغمبر اکرم ﷺ شعرو شعراء کو صراحتہ نظر آتے ہیں۔ آپ اپنے چچا عباس کے شعر سن کر بھی خوش ہوتے تھے۔ عمرو بن اسلم، ابو لیلیٰ نابغہ جعدی، کعبہ عبد اللہ بن رواحہ، عامر اور بہت سے شعراء کی تعریف کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ صاحبان ذوق کتاب الغدیر رجوع کر سکتے ہیں۔ ائمہ علیہم السلام کے دور میں بھی شعراء گزرے ہیں اور آپ حضرات علیہم السلام نے ان کی تائید و تعریف کی ہے۔ رجوع کریں الغدیر۔

مرحوم علامہ امینی قدس سرہ نے شعراء غدیر کے حالات کو پہلی صدی ہجری سے لے کر چودھویں صدی ہجری تک نقل کیا ہے۔ لہذا ہم بھی پہلی صدی ہجری کے چند شعراء سے آغاز کر رہے ہیں۔

پہلی صدی ہجری کے شعراء:

۱۔ امیر المؤمنین علیہ السلام

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ کتاب کا آغاز تبرک کے پیش نظر حضرت امیر علیہ السلام کے نام سے کرتے ہیں۔ وہ خلیفہ پیغمبر خدا ہیں۔ یقیناً پیغمبر اکرم ﷺ کے بعد وہ سب سے زیادہ فصیح اور کلام عرب کی خصوصیات سے سب سے زیادہ آشنا ہیں۔ آپ نے پیغمبر کے کلام ”مَنْ كُنْتُ مَوْلَاً فَلْهَذَا عَلِيٌّ مَوْلَاً“ میں ”مولا“

^۱ الغدیر (فارسی) جلد ۴ / ۱۲

کے معنی سمجھا ہے کہ پیغمبر کی اطاعت کی طرح امام کی اطاعت بھی تمام لوگوں پر واجب ہے۔

اس ذیل میں آپ نے یوں شعر کہے:

مُحَمَّدٌ النَّبِيُّ وَ صِفْوَى صِنْوَى
وَ حَمْرَةُ سَيِّدِ الشُّهَدَاءِ عَمِي
وَ جَعْفَرُ الَّذِي يُضْحِي وَ يُمَسِي
يَطِيرُ مَعَ الْمَلَائِكَةِ ابْنُ عَمِي
وَ بِنْتُ مُحَمَّدٍ سَكْنَى وَ عَرَسَى
مَنْوُطٌ لِحُمَاهَا بِدَحَى وَ لَحِي
وَبَطَا أَحْمَدُ وَلَدَايَ مِنْهَا
فَأَيْكُم لَهْ سَهْمٌ كَسَهْبِي
سَبَقْتُكُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ طَرَا
عَلَى مَا كَانَ مِنْ فَهْمِي وَ عِلْمِي
فَأَوْجَبَ لِي وَ لَائِقَتُهُ عَلَيْكُمْ
رَسُولُ اللَّهِ يَوْمَ غَدِيرِ خُمِ
فَوَيْلٌ لَكُمْ وَ يَلٌ لَكُمْ وَ يَلٌ
لِمَنْ يَلْقَى الْإِلَهَ غَدًا بِطَلْبِي

ترجمہ: ”محمد پیغمبر خدا میرے مہربان بھائی ہیں۔^۲
حمزہ سید الشہداء میرے چچا اور جعفر ملائکہ کے ساتھ
صبح و شام جنت میں پرواز کرنے والے میرے
بھائی ہیں اور محمد کی بیٹی میری سکون دل زوجہ ہیں، ان

^۲ تاریخ ابن عساکر اور دیگر کتابوں میں لفظ ”صنو“ (مہربان بھائی) کی جگہ لفظ ”صهر“ آیا ہے جس کے معنی ہیں۔ بیوی کے والد (خسر)

کا گوشت میرے خون اور گوشت سے وابستہ ہے۔ احمدؑ کے دونوں نواسے میرے اور فاطمہ کے بیٹے ہیں۔ (مجھے بتاؤ کہ) تم میں سے کون اس طرح میرے برابر ہو سکتا ہے؟ تم سب سے پہلے میں نے اپنے درک علم کی بنا پر اسلام کو قبول کیا۔ پیغمبر خدا ﷺ نے، غدیر خم کے موقع پر، خدا کے حکم سے، میری ولایت کو تم پر واجب قرار دیا۔ عذاب ہے عذاب ہے عذاب ہے اس پر جو کل خدا سے اس طرح ملاقات کرے کہ اس نے مجھ پر ظلم کیا ہو۔“

تذکر:

ان اشعار کو امیر المؤمنین علیہا السلام نے معاویہ کے ایک خط کے جواب میں لکھا تھا۔ معاویہ نے اپنے خط میں جو کُن ترانی بانی تھی ملاحظہ فرمائیں:

”میں فضیلتوں کا حامل ہوں۔ میرا باپ زمانہ جاہلیت میں بزرگی و آقا ہی رکھتا تھا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد مجھے بادشاہی مل گئی۔ رسول خدا کا برادر نسبتی ہوں۔ مؤمنین کا ماموں ہوں۔ کاتب وحی ہوں۔“

حضرت امیر علیؑ نے خط کو پڑھا تو فرمایا:

”کلیجہ چبانے والی ہند کے بیٹے اس طرح کے فضائل بیان کر کے تو مجھ پر برتری حاصل کرنا چاہتا ہے؟ پھر آپ نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے ایک جوان سے کہا لکھو پھر آپ نے یہ شعر کہے۔

معاویہ نے ان اشعار کو پڑھنے کی بعد کہا کہ جہاں تک ہو سکے ان اشعار کو چھپاؤ۔ خبردار! اگر شام کے لوگ اس کو پڑھ لیں گے تو علیؑ کے طرفدار ہو جائیں گے۔ تمام امت نے ان اشعار پر اتفاق کیا ہے۔

علامہ ابنی طاب ثراہ نے ان اشعار کے حوالے کے لئے چھیس علماء اہل سنت کے نام ان کی کتاب اور ضروری متن کے ساتھ نقل کئے ہیں۔ منجملہ حافظ بیہقی ابوالجاج یوسف بن محمد بلوی مالکی مشہور بہ ابن شیخ، حافظ ابوالحسن زید بن حسن تاج الدین کنذی حنفی اپنی کتاب المجتبیٰ، یاقوت حموی نے معجم الادبا جلد ۵ میں، ابوسالم محمد بن طلحہ شافعی درمطالب السؤل، سبط ابن جوزی حنفی تذکرۃ النواصی الامۃ میں، ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ جلد ۲ میں، ابوعبداللہ محمد بن یوسف غنوی شافعی مناقب میں، ابوالفداء نے اپنی تاریخ جلد ۱ میں، ابن کثیر شامی البدایہ والنہایہ جلد ۸ میں، خواجہ پارسا نے فضل الخطاب میں، ابن صباغ مالکی نے الفصول المہمۃ میں، ابن حجر نے صواعق المحرقة میں، متقی ہندی نے کنز العمال جلد ۶ میں اور قندوزی حنفی نے ینابیع المودہ ہیں۔

تفصیل کے لئے کتاب الغدیر رجوع کیجئے۔^۱

شیعہ علماء میں شیخ مفید، ابن شہر آشوب اور علامہ مجلسی رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کتابوں کے حوالے دئے گئے ہیں۔

فَأَوْجَبَ لِي وَلَايَتُهُ عَلَيَّكُمْ
رَسُولُ اللَّهِ يَوْمَ غَدِيرِ حُجْمٍ

۲۔ حسان بن ثابت انصاری

حسان بن ثابت محتاج تعارف نہیں ہیں۔ ہمارے یہاں منبر سے ان کے اشعار کا تذکرہ ہوتا ہے۔ ان کے اشعار کے مفہوم سے لوگ کم و بیش آشنا ہیں۔ حسان کا خاندان شعر و ادب اور قصیدہ نگاری میں مشہور تھا۔ اُن کے خاندان میں چھ عظیم شاعر ہوئے ہیں: سعید، عبدالرحمن، حسان، ثابت منذر اور حرام۔ حسان

^۱ الغدیر (فارسی) جلد ۳/۴۶ تا ۵۱۳۔ اردو ترجمہ جلد ۲/۲۹ تا ۳۱۳۔ اردو ترجمہ میں صرف حوالہ دئے ہیں کوئی متن نقل نہیں کیا ہے۔

کے بیٹے عبدالرحمن بھی شاعر تھے۔ حسان کی ادبی عظمت کے تمام عرب قائل تھے۔ رسول خدا ﷺ نے اُن کے لئے مسجد میں منبر نصب کیا تھا جس پر وہ رسول کی مدح کرتے تھے رسول خدا نے دعا دی اور فرمایا: خدا حسان کو اپنی تائید سے سرفراز کرتا رہے جب تک مدح رسول کرتے رہیں۔^۱ حسان کو حسام بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اشعار سے اسلام کا دفاع کیا۔ آپ نے ۱۲۰ سال کی عمر پائی تھی۔ ساٹھ سال حالت کفر میں اور ساٹھ سال حالت اسلام میں گزارے۔ آخری زمانہ میں نابینہ ہو گئے تھے۔ بقول قیس بن سعد بصارت و بصیرت دونوں سے محروم ہو گئے تھے۔ ۵۴ھ یا ۵۵ھ میں انتقال ہوا۔

تذکرہ:

غدير میں مولا کے صحیح مفہوم کو سمجھنے والے اس شاعر نے مدح امیر المؤمنین میں اور بھی نفیس ترین شعر کہے ہیں۔ ان کا دیوان دیکھا جاسکتا ہے۔ البتہ خائن حضرات نے بہت سے اشعار کو دیوان سے نکال دیا یا تحریف کر ڈالا لیکن دوسری کتابوں میں موجود ہیں۔ علامہ امینی نے انہیں الغدير میں نقل کیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ حسان نے علی علیہ السلام کی تمام تر فضیلتوں کو اپنے شعر میں نقل کیا ہے مثلاً حالت رکوع میں انگوٹھی کا دینا، بستر رسول پر سونا اور اسی طرح بہت سے مدحیہ شعر بھی کہے ہیں۔ جنگ کے حالات کو اپنے اشعار میں پیش کرتے ہیں۔

لیکن ان تمام چیزوں کے بعد ولایت امیر المؤمنین علیہ السلام پر آخری عمر تک باقی نہ رہ سکے۔ محبت دنیا اور حکومت کے خوف سے غدير میں جس کا اقرار کیا تھا آخر عمر میں اس کو بھلا بیٹھے نتیجہ میں بصارت اور بصیرت دونوں سے محروم ہو گئے کچھ لوگ اس انکار ولایت کا اثر دنیا میں دیکھ چکے ہیں اور بقیہ آخرت میں دیکھیں

۱ مستدرک حاکم ۳/ ۲۸۷ اور ص ۵۵۵، حدیث ۶۰۵۸۔

گے۔

علم رسالت حسان کی آئندہ تقدیر کو دیکھ رہا تھا اسی لئے پیغمبرؐ نے فرمایا:

لَا تَزَالُ يَا حَسَّانَ مُؤَيَّدًا بِرُوحِ
الْقُدُسِ مَا نَصَرَ تَنَابُلُ سَانَكَ
اے حسان جب تک تم ہماری نصرت و مدح اپنی
زبان سے کرتے رہو گے روح القدس کی تائید شامل
حال رہے گی۔

پیغمبر اکرم ﷺ کا یہ قول نبوت کی نشانیوں اور ان کے غیب سے آشنا ہونے کی گواہی ہے۔ پیغمبرؐ نے اپنے مقام نبوت سے پیشگوئی کر دی تھی کہ بہت جلد اپنے امام حقیقی سے منحرف ہو جائیں گے۔ لہذا پیغمبرؐ نے حسان کی کامیابی کے لئے جو دعا کی تھی اس میں یہ شرط تھی کہ جب تک اہل بیت کی مدح کریں گے روح القدس کی مدد ملے گی اور جب مدح اہل بیت سے منحرف ہوئے تو تائید روح القدس بند ہو جائیگی۔ اسی لئے قیس بن سعد نے کہا۔ بصارت اور بصیرت دونوں سے محروم ہو گئے تھے۔

اب ملاحظہ ہوں حسان بن ثابت کے شعر:

يُنَادِيهِمْ يَوْمَ الْغَدِيرِ نَبِيُّهُمْ
بِحُجْمٍ فَأَكْرَمَ بِالرَّسُولِ مُنَادِيًا
يَقُولُ: فَمَنْ مَوْلَاكُمْ وَ وَلِيِّكُمْ
فَقَالُوا: وَلَمْ يُبْدُوا هُنَاكَ التَّعَامِيَا
إِلَهَكَ مَوْلَانَا وَ أَنْتَ وَلِيُّنَا
وَ لَا تَجِدَنَّ مِنَّا لَكَ الدَّهْرَ عَاصِيَا
فَقَالَ لَهُ: قُمْ يَا عَلِيُّ فَإِنِّي

تذکرہ:

جب غدیر خم میں حضرت رسول خدا نے امیر المؤمنین علیہ السلام کی ولایت کا اعلان کیا تو حستان کھڑے ہوئے اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں شعر کہیں۔ حضرت نے بھی اجازت دیدی اور حستان نے یہ شعر کہے:

علامہ امینی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ نے بارہ سنی علماء و حفاظ کے حوالہ سے ان اشعار کا تذکرہ کیا ہے:

- ۱۔ حافظ ابو عبد اللہ مرزبانی محمد بن عمران خراسانی متوفی ۳۷۸ھ کتاب مرقاۃ الشعرا۔ تمام اسناد کے ساتھ۔
- ۲۔ حافظ خرگوشی ابوسعید متوفی ۴۰۶ھ در کتاب شرف المصطفیٰ۔
- ۳۔ حافظ ابن مردویہ اصفہانی متوفی ۴۱۰ھ۔
- ۴۔ حافظ ابو نعیم اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ در کتاب منازل من القرآن فی علی۔
- ۵۔ حافظ ابوسعید سجستانی متوفی ۴۷۷ھ در کتاب الولایۃ۔
- ۶۔ خوارزمی مالکی متوفی ۵۶۸ھ در کتاب ”مقتل الامام السبط الشہید“ اور کتاب ”المناقب“ میں۔
- ۷۔ حافظ ابو الفتح نظری در کتاب ”الخصائص العلویۃ علی سائر البریۃ۔
- ۸۔ ابوالمظفر، یہ حافظ ابن جوزی کا پوتا تھا۔
- ۹۔ صدر الحفاظ، گنجی شافعی متوفی ۶۸۵ھ کتاب کفایۃ الطالب، میں۔
- ۹۔ صدر الحفاظ، گنجی شافعی متوفی ۶۸۸ھ کتاب کفایۃ الطالب میں۔

رَضِيتُكَ مِنْ بَعْدِي اِمَامًا وَ هَادِيًا.
فَمَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَهَذَا وَلِيُّهُ
فَكُونُوا لَهُ اَنْصَارَ صِدْقٍ مَوَالِيًا
هُنَاكَ دَعَا اللّٰهُمَّ وَالِ وَلِيُّهُ
وَ كُنْ لِلَّذِي عَادَى عَلِيًّا مُعَادِيًا.
فَخَصَّ بِهَا دُونَ الْبَرِيَّةِ كُلِّهَا
عَلِيًّا وَ سَمَاهُ الْوَزِيرَ الْمَوَاحِيَا

ترجمہ:

غدیر کے دن اُن کے پیغمبر نے خُم کے مقام پر ان (لوگوں) کو پکارا اور جناب رسول خدا نے منادی دی۔

حضرت نے فرمایا: تمہارا مولا اور ولی کون ہے؟ ان لوگوں نے جو اس مقام پر سرکشی نہ کی، عرض کی:

آپ کا خدا ہمارا مولا اور آپ ہمارے ولی ہیں اور آج کے دن آپ ہمیں نافرمان نہ پائیں گے۔

پھر آنحضرت نے فرمایا کہ: اے علی کھڑے ہو جاؤ، بلاشبہ میں نے تم کو اپنے بعد امام اور ہادی پسند کیا۔

پس میں جس کا مولا ہوں اس کا یہ مولا ہے۔ تم لوگ اس کے سچے مددگار بن جاؤ۔

وہیں آپ نے دعا کی کہ بارالہا: علی کے دوست کو دوست رکھ اور علی کے دشمن کو دشمن رکھ۔

تمام لوگوں نے علی کو اس خصوصیت کے ساتھ مخصوص کیا اور ان کا نام وزیر اور بھائی رکھا۔

۱۰۔ شیخ الاسلام، صدر الدین جموینی متوفی ۷۲۲ھ کتاب فرائد السمطين باب ۱۲ میں۔

۱۱۔ حافظ جمال دالدین محمد بن یوسف زرندي حنفی متوفی ۷۵۷ھ اپنی کتاب نظم در السمطين۔

۱۲۔ حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ اپنے رسالۃ الازهار فیما عقدہ الشعراء من الاشعار۔

ان نامور علماء و حفاظ حدیث نے اپنے اسناد سے حسان کے ان اشعار کو نقل کیا ہے۔^۱

یہ بات قابل توجہ ہے کہ ان محدثین نے حسان کے شعر کو حدیث پیغمبر کی شکل میں نقل کیا ہے۔

یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ دنیائے اسلام میں یہ اولین قصیدہ ہے جو داستان غدیر کے شعر کی صورت میں بیان کرتا ہے۔ ایک لاکھ سے زیادہ لوگوں کے درمیان حسان نے پیغمبرؐ کی اجازت سے یہ شعر کہے تھے۔

ملاحظہ:

پیغمبرؐ سے اجازت لے کر پیغمبرؐ کے سامنے شعر کہے گئے ہیں۔ پیغمبرؐ نے ان اشعار کی تائید کی ہے اور شاعر کو سراہا بھی ہے۔ اور فرمایا کہ اے حسان تم نے کیا خوب اس واقعہ کو شعر کے قالب میں اتار دیا اور پھر حضرت نے دُعا بھی کی کہ: جب تک تم اہل بیت کی مدح و ثنا کرتے رہو گے روح القدس کی مدد پاؤ گے۔ گویا حسان نے وہی سمجھا جو پیغمبرؐ نے امیر المؤمنین علیؑ کی ولایت کے بارے میں فرمایا:

شیعہ کتاب:

سب سے قدیم شیعہ کتاب، کتاب سلیم بن قیس ہلانی ہے۔ آپ تابعین میں سے تھے۔ شیعہ اور سنی دونوں ہی گروہ میں موثق اور مورد اعتماد تھے۔ ان کے علاوہ شیعہ بزرگ علماء ابو جعفر صدوق محمد بن بابویہ قمی اپنی کتاب امالی کے صفحہ ۳۴۳ پر نقل کیا ہے۔ اسی طرح سید رضی متوفی ۷۰۶ھ صاحب نہج البلاغہ نے اس قصیدہ کو خصائص الائمہ کے باب میں نقل کیا ہے۔ شیخ مفید نے فصول المختارہ میں اس قصیدہ کو لکھا ہے اور آپ فرماتے ہیں:

”شیعوں کے قول کی صحت پر دلالت کے لئے، کہ پیغمبر اکرمؐ نے غدیر خم میں لفظ مولا سے امت کی امامت و رہبری کا ارادہ کیا ہے، حسان کے شعر ہیں۔“^۲

آخر میں قارئین کی توجہ کے لئے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیر خم میں جس اہتمام کے ساتھ ولایت امیر المؤمنین علیؑ کا اعلان کیا تھا اُس میں مولا کے معنی کو ولایت و وصایت کے مفہوم ہی میں بیان کیا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی معنی نہیں دیا جاسکتا۔ حسان بن ثابت نے جو شعر کہے ہیں اس کے سیاق و سباق پر نظر ڈالنے سے آسانی سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مولا کے معنی خلیفہ ولی امام اور اپنا جانشین ہی بتایا ہے۔ تمام شیعہ سنی مورخین و محدثین نے کم و بیش درج ذیل طریقہ پر واقعہ غدیر کو نقل کرنے کے بعد حسان بن ثابت کے اشعار اور پیغمبرؐ کی دُعا نقل کیا ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم غدیر خم میں ایک عظیم درخت کے نیچے اترے۔ بہت گرم دن تھا۔ بعض لوگ مجبور تھے کہ اپنے لباس کو سائبان بنائیں، اور بعض لوگ اپنے لباس کو تر کر کے اپنے سروں

۱ تفصیل کے لئے رجوع کرو الغدیر (فارسی) جلد ۳/ ۵۹ تا ۵۹۔

۲ فضول المختارہ جلد ۱/ ۸۷، الغدیر (فارسی) ۳/ ۶۱۔

پر رکھے ہوئے تھے تاکہ گرمی کی شدت کو کم کر سکیں، یہی موقعہ تھا کہ رسول اکرم کھڑے ہوئے اور فرمایا:

”اے لوگو! آیا میں مؤمنین کے نفوس پر ان سے زیادہ اختیار نہیں رکھتا اور میری بیویاں ام المؤمنین نہیں ہیں؟ ہم سب نے کہا: ایسا ہی ہے یا رسول اللہ! پھر علی کے ہاتھ کو پکڑا اور بلند کیا اور فرمایا: تم سب کو گواہ بنانا ہوں کہ: مَنْ كُنْتُ مَوْلَاً فَعَلَيْ مَوْلَاكَ اللَّهُمَّ وَ آلٍ مِنْ وَلَاكَ وَ عَادٍ مِنْ عَادَاكَ اور اس بات کو تین مرتبہ دہرایا۔

عمر نے رسول خدا کے اس کلام کو سن کر کہا: اے ابوالحسن! مبارک ہو کہ آپ اب میرے مولا اور ہر مرد و عورت کے مولا ہو گئے! پھر ایک شخص درمیان سے اٹھا اور رسول خدا سے اجازت چاہی کہ علی کے بارے میں کچھ شعر کہے۔ حضرت نے فرمایا:

اے حسان کہو! اور حسان نے یہ شعر کہے:

.....صفحہ نمبر ۴ کا باقی

وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَهُ

اس کی مدد کر جو ان کی مدد کرے

وَ اخْذِلْ مَنْ خَذَلَهُ

اور اس کو ذلیل و رسوا کر جو ان کا ساتھ چھوڑ دے

خدا کا پیغام پہنچانے کے بعد دعا اور بددعا کا یہ انداز ولایت علی مرتضیٰ کے علاوہ کہیں اور نظر نہیں آتا ہے۔ وہ بھی رحمۃ للعالمین کی زبان مبارک سے بددعا۔ ان سب سے ولایت اہل بیت علیہم السلام کی اہمیت کا اندازہ ہو جاتا ہے اس کی وجہ صاف ظاہر ہے اگر ولایت علی مرتضیٰ اور ولایت اہل بیت علیہم السلام محفوظ ہے تو سارے عقائد و احکام اخلاق و اعمال محفوظ ہیں اور اگر یہ نہیں تو کچھ بھی محفوظ نہیں ہے۔ اگر یقین نہ آئے تو صرف توحید کے باب

يُنَادِيهِمْ يَوْمَ الْغَدِيرِ نَبِيُّهُمْ...

حسان کا یہ شعر مولا کے معنی کو بیان کرتا ہے:

فَقَالَ لَهُ: فَمَنْ يَا عَلِيُّ فَإِنِّي

رَضِيْتُكَ مِنْ بَعْدِي إِمَامًا وَهَادِيًا.

اور پھر رسول خدا نے اُن سے کہا اے علی کھڑے

ہو جائیے بے شک میں اپنے بعد تمہارے امام اور

ہادی ہونے کو پسند کرتا ہوں اور راضی ہوں۔^۱

انشاء اللہ لفظ مولا کے لغوی و ادبی معنی کو آئندہ شماروں میں بھی واضح کریں گے۔ خدایا! امیر المؤمنین علیہ السلام کے حقیقی جانشین حضرت امام مہدی کی غیبت کا خاتمہ کر کے اُن کے ظہور کے ذریعہ منخرعین اور متحصنین کے پردوں کو فاش کر دے اور حضرت کی ولایت و سرپرستی کو سب پر ظاہر کر دے۔

^۱ الغدير (فارسی) جلد ۳/۵۹، ۶۰۔

میں ان روایتوں کا مطالعہ کریں جو اہل بیت علیہم السلام نے بیان فرمائی ہیں۔ اور ان روایتوں کا مطالعہ فرمائیں جو دوسروں نے اپنی اپنی معتبر کتابوں میں نقل فرمائی ہے۔

اسی بنا پر یہ کہنا بالکل درست ہے اگر غدیر سلامت ہے تو دین سلامت ہے۔ اہل بیت علیہم السلام کی روایتوں میں عید غدیر کو عید اکبر، عید اعظم، عید عہد و پیمان قرار دیا ہے اور اس کے انعقاد پر اس قدر ثواب کا تذکرہ کیا گیا ہے جو دوسری عیدوں کے بارے میں نہیں ہے۔ کیونکہ بقیہ تمام عیدوں کا عید ہونا عید غدیر کی بنا پر ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ تاجدار غدیر کا وارث اپنی تمام شان و شوکت تمام وراثت و خصوصیات کے ساتھ آج بھی موجود ہے۔ جن کی بنا پر غدیر آج بھی زندہ و پابندہ ہے۔

ایک نظر

نہج الحق سے دلائل الصدق تک

ہے یعنی ابو منصور جمال الدین، حسن بن یوسف بن مطہر حلّی معروف بن علامہ حلّی کی مشہور و معروف کتاب نہج الحق و کشف الصدق کے بارے میں ہے، اور اس کے قبل و بعد علمائے اسلام کے درمیان کیا بے چینی پائی جاتی رہی ہے اور اس پر علمائے شیعہ نے کیا کیا اقدامات کئے ہیں۔ اس کا ایک تعارف قارئین کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ولایت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہا السلام کے اثبات و تحفظ میں علماء نے کس قدر مشقتیں برداشت کی ہیں۔ اس مضمون میں تین سے چار کتابوں کے حالات و پس منظر کے ضمن میں بات پیش کی جائے گی۔ (۱) نہج الحق و کشف الصدق علامہ حلّی (۲) ابطال نہج الباطل و کشف العاطل، تالیف عالم اشعری فضل بن روز بہان (۳) احقاق الحق و ازہاق الباطل، تالیف قاضی نور اللہ شوستریؒ (۴) دلائل الصدق لنہج الحق تالیف شیخ محمد حسن المظفرؒ ۷۷۷۔

سب سے پہلے:

اس سلسلہ میں سب سے پہلے خود نہج الحق کی غرض تالیف ملاحظہ کریں گے تو فضل بن روز بہان کی دشمنی اور جواب میں اپنی کتاب پیش کرنے کی وجہ سمجھ میں آئے گی۔

نہج الحق:

کتاب نہج الحق کی تالیف تقریباً سات سو سال قبل ہوئی

عدل و ظلم اور حق و باطل کے درمیان کی محاذ آرائی سے شاید کوئی دور خالی رہا ہو۔ حضرت آدمؑ اور ان کے دشمن کے پیروکاروں کے درمیان آدمیت و شیطنیت کا معرکہ ہمیشہ سرگرم رہا ہے افراد، قبیلہ، شخصیتیں نہ جانے اس معرکہ بحث و گفتگو کا انجام کتنی ہلاکتوں، تباہیوں اور خونریزیوں پر ہوا ہے۔ حق کو ہر طرح کے امکانات کے ذریعہ مٹانے، دبانے اور ختم کرنے کی کوشش کی گئی مگر ہر دور کے تاریخی صفحات شاہد ہیں کہ حق والوں کی یہ چھوٹی اور بے بضاعتی جماعت ہمیشہ غالب رہی ہے۔ اسے کسی بھی طریقہ سے خوف زدہ یا شکست نہ دی جاسکی کیونکہ قرآن میں اللہ کا وعدہ ہے ”حزب اللہ ہم الغالبون“ اللہ والے ہمیشہ غالب ہوتے ہیں۔ انھیں طاقت، خوف، لالچ یا غیر مستند علمی قدرت و منطقی توانائی سے مغلوب نہیں کیا جاسکتا ہے۔ علماء حق نے اس راہ میں بڑی بڑی زمیں، مشقتیں حتیٰ اگر تروج حق اور مذہب حقہ اہل بیت علیہم السلام کی حقانیت کو آشکار کرنے کی راہ میں، اپنے الہی وظیفہ کی ادائیگی میں تختہ دار پر اپنے پاکیزہ نفس کی آخری سانس لینا ہوئی تو کسی مدافع ولایت نے اس سے دریغ نہیں کیا۔ عمار یا سرویشتم تمار سے لے کر شہید اولؒ، ثانیؒ، ثالثؒ کی شکل میں اور نہ جانے کتنی عظیم الشان شخصیتیں اس راہ میں کام آچکی ہیں۔

اس سلسلہ میں اپنی بات کو طول نہیں دینا چاہتا، بات ولایت اہل بیتؑ اور مذہب حقہ کی تروج و تحفظ میں ۷۷۷ میں اپنی تحریروں اور معرکہ الاراء، کتابوں سے جو عالم اسلام میں ہلچل پیدا کی جس کی آج تک علمائے اسلام میں گونج سنائی دے رہی

تالیف کریں جس میں شیعہ مذہب کی حقانیت کی عقلی و نقلی دلیل پائی جاتی ہوں۔ علامہ نے سلطان کی خواہش پر نہج الحق و کشف الصدق تالیف کر کے اسے اپنی دوسری کتاب ”منہاج الکرامۃ“ کے ساتھ سلطان کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اب اس کے بعد علامہ کو مزید موقع فراہم ہوا اور دربار حکومت میں مناظرہ کا ایک نیا باب قائم ہوا پھر کیا تھا، خوب حق کی نہج پر صداقت کا انکشاف ہوتا رہا اور خود سلطان علماء کے درمیان ہونے والے مناظرہ میں شریک رہتا اور نہایت دقت سے دونوں طرف کے علماء کے بیانات کو سنتا آخر کار سلطان محمد خدا بندہ اور دربار کے بقیہ وزرا سب نے مل کر مذہب شیعہ کی حقانیت کا اعلان کر کے شیعہ مذہب اختیار کر لیا۔

علامہ حلیؒ نے اس کتاب میں آٹھ مسئلہ بیان کئے ہیں:

- (۱) مسئلہ ادراک
- (۲) مسئلہ نظر و فکر
- (۳) مسئلہ صفات خداوند عالم
- (۴) مسئلہ نبوت
- (۵) مسئلہ امامت جو دوسرے مسئلوں کے نسبت مفصل ہے۔
- (۶) مسئلہ معاد
- (۷) مسئلہ اصول فقہ
- (۸) مسئلہ فقہ جس میں بیان کیا ہے کہ اہل سنت کی رائے قرآن و سنت نبوی کے مخالف ہے۔

کتاب نہج الحق کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ علامہ نے ہر مسئلہ کو بیان کرنے کے بعد دوسرے مذاہب کی رائے کو انتہائی ادب و احترام سے نقل کیا ہے اس کے بعد بڑے ادب سے اور مستحکم طریقہ سے رد کیا ہے۔ تو یہ احتجاجی و استدلالی بھی ہے۔ کتاب نہج الحق کئی بار چھپ چکی ہے اور اس کے ترجمہ بھی ہوئے ہیں۔

اور اس کی غرض تالیف جو بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ: ۳۰۳ عیسیٰ میں جب غازان خان مغول کی وفات ہو گئی تو اس کے بعد اولجاایتو کو جو مسیحی مذہب سے تعلق رکھتا تھا کیونکہ اس کی ماں عیسائی تھی، تخت سلطنت پر بٹھایا گیا۔ اولجاایتو نے مسلمان عورت سے شادی کی تو اس کی وجہ سے وہ بھی مسلمان ہو گیا اور مسلمان ہونے کے بعد اپنا نام ”سلطان محمد خدا بندہ“ قرار دیا دربار میں علمائے حنفی کے اثر و رسوخ کی بنا پر سلطان نے بھی مذہب حنفی اختیار کیا اور اس طرح خوب حنفی مذہب کی ترویج ہوئی اور دوسرے مذہب کا احترام باقی نہیں رکھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جس میں مذہب حنفی و شافعی کے درمیان ایران میں اختلاف اپنے عروج پر تھے، یہاں تک کہ بحث و گفتگو اور علمی و منطقی باتوں کے بجائے ایک دوسرے کے خلاف الزام تراشی اور ہر ممکن طریقہ سے ایک دوسرے کو نیچا دکھانے پر اصرار روز بروز بڑھتا جا رہا تھا، یہاں تک کہ لوگ بالکل بیزار ہوتے جا رہے تھے اور دین اسلام سے برگشتہ ہوتے جا رہے تھے دربار کے مغل امرا جو مسلمان ہوئے تھے وہ بھی اسلام قبول کر کے گھٹاٹا محسوس کر رہے تھے آہستہ آہستہ وہ اپنے آباء و اجداد کے مذہب یعنی مسیحی مذہب کی طرف واپس چلے جا رہے تھے اور اس طرح سے اسلام سے برگشتہ ہو کر پلٹنے والوں کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی۔ سلطان محمد خدا بندہ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو وہ بھی حنفی مذہب سے تو دست بردار ہو گیا مگر تین سالوں تک اسلامی عقائد رکھنے کے ساتھ ساتھ کسی خاص مذہب کو اختیار نہیں کیا بلکہ غور و فکر اور حیرت و تعجب میں بسر کیا آخر دربار کے کسی امیر نے اسے شیعہ مذہب اختیار کرنے کی پیشینہاد کی پہلے تو اس نے انکار کیا مگر وہ امیر مایوس ہونے کے بجائے بڑی نرمی اور اطمینان سے ہدایت کی کوشش کرتا رہا آخر کار سلطان محمد خدا بندہ نے چونکہ اس وقت علامہ حلی کی ایک عظیم شہرت تھی اور ہر جگہ انکا چرچا تھا تو سلطان نے علامہ حلی سے خواہش ظاہر کی کہ ان کے لئے ایک ایسی کتاب

نہج الحق سے باطل کی دشمنی (ابطال نہج الباطل)

شیعہ مذہب کی حقانیت و تعارف میں نہج الحق لکھی جانے کے بعد تقریباً دو سو سال بعد اشعری عالم، فضل بن روز بہان نے ۱۰۹۰ ق میں، ابطال نہج الباطل و اہمال کشف العاطل، کو اس کی رد میں تحریر کیا۔ ابن روز بہان نے اس کتاب میں راہ انصاف سے ہٹ کر ادب و احترام اور اخلاقی تمام حدود کو پائمال کرتے ہوئے ایسے مطالب سے کتاب پر کردی جو خداوند عالم کے غضب کا موجب قرار پائی اور اہل علم و خرد نے سرزنش کردی، کتاب میں علامہ حلیؒ کے لئے نازیبا الفاظ استعمال کرنے کے ساتھ ساتھ امیر المؤمنین علیہ السلام کے فضائل کا انکار کیا اور انھیں تحریف کیا ہے..... اسی لئے آیۃ اللہ سید علی حسینی میلانی مدظلہ نے اپنے ایک رسالہ میں جو دلائل الصدق کی پہلی جلد کے ساتھ مقدمہ کے طور سے نشر ہوا ہے۔ ابن روز بہان کے غیر سنجیدہ اور غیر قابل اطمینان مطالب کی ایک فہرست پیش کی ہے جو قارئین کے لئے دلچسپ معلوم ہوتی ہے:

(الف) ابن روز بہان نے علامہ پر سب و شتم کیا ہے جو کسی معمولی عالم کے لئے بھی زیب نہیں دیتا۔

(ب) اہل بیت علیہم السلام کے دشمنوں سے دوستی کا اظہار کرنے کے ساتھ ساتھ مخالفین اہلبیتؑ کے اعمال و کردار کی تاویل و توجیہ کی ہے اور معاویہ و سرے بنی امیہ کے حاکموں کا دفاع کیا ہے۔

(ج) یقینی اور قطعی واقعات کو سرے سے جھٹلادیا ہے جیسے خلیفہ دوم کی مرضی سے نماز تراویح کی ایجاد یا دیوانہ اور حاملہ عورت کو خلیفہ دوم کا رجم کرنے کا حکم دینا یا خلیفہ سوم کے توسط سے عبداللہ بن مسعود کو زود کوب کیا جانا، امیر المؤمنین علیہ السلام کو معاویہ کے ذریعہ سب و شتم کیا جانا۔

(د) علمائے اہل سنت کی برائی کرنا۔

(ه) متعصب افراد سے مطالب نقل کرنا اور انھیں معتبر قرار دینا، مثلاً جاحظ جیسے افراد کا دفاع.....

(و) کسی بات کی ایک کتاب میں نسبت دینا جس میں وہ بات نہیں پائی جاتی اور اس بات کا انکار کر دینا جو بات کتاب میں پائی جاتی ہے۔

(ز) بزرگ علماء کے کلمات اور روایات میں تصرف کرنا۔

(ح) مطالب کے بیان میں تناقضات کا وجود۔

(ط) موضوع بحث سے خارج ہونا اور حق بات کا اقرار نہ کرنا۔

(ی) امیر المؤمنین علیہ السلام کے فضائل کا انکار کرنا۔

نہج الحق کا دفاع اور ابطال روز بہان کا جواب

فضل بن روز بہان کے جواب میں کئی بزرگ علماء نے علامہ حلیؒ کی کتاب کی تشریح کے ضمن میں کتابیں تالیف کی ہیں اور ان کے تمام اشکالات کا جواب دیا ہے۔ اس سلسلہ میں چار کتابیں قابل ذکر ہیں۔

(الف) احقاق الحق و ازہاق الباطل، قاضی نور اللہ شوستری ۱۰۱۹ھ، سید نور اللہ حسینی مرعشی جو شہید ثالث کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ قاضی، فقیہ، متکلم، رجال اور عظیم الشان اوصاف کے حامل تھے ہندوستان میں سکونت اختیار کی ۱۰۱۹ھ میں جہاں گیر شاہ تیموری کے عہد میں اس کے حکم سے خاردار کوڑوں اور دیگر سخت ترین اذیتوں کے ساتھ درجہ شہادت پر فائز ہوئے..... قاضی نور اللہ شوستری نے تقریباً سو (۱۰۰) علمی کتابیں تالیف کی ہیں جن میں احقاق الحق، مجالس المؤمنین، مصائب النواصب، الصوامر المحرقة فی الرد علی صواعق المحرقة، حاشیہ تفسیر بیضاوی، حسن و قبح کا نام لیا جاسکتا ہے۔ مرحوم قاضی نور اللہ نے

پہلے ابن روز بہان کے متن خطبہ کو مکمل طور پر پیش کیا ہے اس کے بعد نہج الحق کے ایک ایک کلمہ کو ”قال المصنف رفع الله درجته“ کے عنوان سے نقل کیا ہے۔ اس کے ساتھ فضل بن روز بہان کی عبارتوں کو ”قال الناصب خفّضه الله“ کے عنوان سے نقل کر کے روز بہان کے بیان کو رد کرتے ہیں اور اپنی علمی و استدلالی اور منطقی و تاریخی تحریروں سے ”اقول“ کے عنوان سے پیش کرتے ہیں مرحوم قاضی نے اسے سات مہینہ میں تالیف کیا تھا جو اپنے آپ میں یہ خود عظیم کارنامہ ہے۔

(ب) الرد علی الفضل بن روز بہان، تالیف آقا محمد تقی بن آقا عبدالحسین بن وحید بہبہانی ۳۳۳ھ

(ج) دلائل الصدق لنہج الحق تالیف محمد حسن بن محمد بن عبد اللہ بن محمد ابن احمد مظفر صمیری نجفی آپ زبردست متکلم، شاعر فقیہ عالم تھے، متوفی ۱۲۷۵ھ اور مشہور اساتذہ جیسے شیخ محمد کاظم خراسانی شیخ الشریعہ اصفہانی، سید محمد کاظم طباطبائی، شیخ علی بن شیخ باقر جواہری سے استفادہ کیا ہے۔ علماء نے آپ کی صداقت، پاکیزگی نفس..... کی تعریف کی ہے، آپ کے بہت سے علمی آثار ہیں جو عالم اسلام اور علمی دنیا میں شہرت کے حامل ہیں آپ کی مشہور ترین کتاب دلائل الصدق ہے آقا بزرگ تہرانی اس کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں: ”یہ کتاب قاضی نور اللہ شوستری کی کتاب احقاق الحق کا مکملہ ہے (الذریعہ ج ۸ ص ۲۵۱) مرحوم مظفر اپنی کتاب دلائل الصدق میں سب سے پہلے علامہ حلی کی عبارت کو نقل کرتے ہیں۔ اس کے بعد فضل بن روز بہان کے جواب کو نقل کرتے ہیں اس کے بعد ابن روز بہان کے جواب کا جواب دیتے ہیں، اور موقع محل کے اعتبار سے منہاج الکرامۃ علامہ حلی کی رد میں جو ابن تیمیہ نے بات پیش کی ہے اس کا بھی جواب تحریر فرماتے ہیں۔ مرحوم مظفر نے دلائل الصدق میں اصول دین سے متعلق مسائل کو پیش کیا ہے اور اس کی وجہ بھی انھوں نے

آخر کتاب میں اس طرح بیان کی ہے:

”اصول دین ہی اصل اور بنیاد ہے، اگر کوئی خداوند عالم کی توفیق سے حق کا اتباع کرتے ہوئے اس کتاب میں غور و فکر کرے گا تو اصول فقہ اور اس کے جزئیات و فروعات سے بے نیاز ہو جائے گا۔

مرحوم شیخ مظفر نے ابتدائے کتاب میں نقل روایات میں ایک طویل مقدمہ لکھا ہے جس میں کتب صحاح ستہ کا خوب تجزیہ کیا ہے۔ اس کے بعد چار سے پانچ مطالب کے بارے میں تفصیلی بحث کرتے ہوئے شیعہ و اشاعرہ کے افکار و نظریات کو بطور تطبیق پیش کیا ہے:

مطلب اول: وجوب عصمت امام۔

مطلب دوم: امام کو دوسرے تمام لوگوں سے افضل و برتر ہونا چاہئے۔

مطلب سوم: امام معین کئے جانے کا طریقہ۔

مطلب چہارم: وفات پیغمبرؐ کے بعد امام کا معین ہونا اور امامت امیر المؤمنین علیہ السلام دلالۃ عقلی

مطلب پنجم: بعض فضائل کا تذکرہ جو امامت علی بن ابی طالب کے وجود پر دلالت کرتے ہیں۔

ابتدائی دو مطالب کے بارے میں مختصر طور سے صاحب کتاب نے بحث کی ہے مگر جامع اور مدلل طور سے کہ کسی کو امام کے معصوم ہونے اور یہ کہ وہ تمام لوگوں سے افضل ہوتا ہے، انکار کی مجال نہیں ہو سکتی ہے۔

تیسرے مطالب میں مدلل شیعہ نقطہ نظر کو پیش کیا ہے، کہ اس نظریہ کے تحت صرف دو راستہ سے امام معین ہو سکتا ہے (۱۔ خدا و رسول کی واضح نص۔ ۲۔ اس امام کے توسط سے جس کی امامت پر نص موجود ہے یا اس کے ذریعہ معجزے کا ظہور ہو اور عقلی دلالت ہو) مصنف نے راہ تعیین امام کے بارے میں خوب بحث کی ہے،

جو یقیناً قابل مطالعہ ہے۔

اور جسمانی فضائل کے ضمن میں دو بحث قرار دی ہے:

(۱) عبادت (۲) جہاد اور خارجی فضائل کے تحت چار عنوان کے ضمن میں مطالب پیش کئے ہیں۔ (۱) نسب (۲) ہمسر (بیوی) (۳) اولاد (۴) آپ کی محبت اور یہ کہ امام صاحب حوض (روز قیامت) پرچم، صراط اور اذن کے مالک ہوں گے۔

اس طرح کتاب دلائل الصدق بطور مجموع اگرچہ ابتدائی تین مطالب کے بارے میں نسبتاً مختصر بحث ہوئی ہے مگر مسئلہ امامت اور اس کے مختلف مباحث کو پیش نظر رکھتے ہوئے، یہ بات قطعی طور سے کہی جاسکتی ہے کہ یہ اپنے موضوع میں جامع، علمی روش، اور ہر طرح کے تعصب و عناد سے دور، اور اہل سنت کے مستند مصادر و اسناد کے ساتھ نیز امامت و فضائل امیر المؤمنین علیہ السلام کے لئے مسلم عقلی دلائل کا منفرد اور نایاب سرمایہ ہے۔

مرحوم مظفر نے اسے ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ میں مکمل کیا ہے۔ اور آخر کتاب میں مصنف نے اہل سنت کے مزید اسناد و مدارک کی کمی اور زیادہ کتابوں تک دستری نہ ہونے کا عذر پیش کیا ہے۔ مگر اس کے باوجود اہل سنت کے اہم ترین مصادر تک رسائی اور اس زمانہ کے امکانات و وسائل کا اندازہ لگائیں تو مصنف نے اس سلسلہ میں بہت محنت و مشقت اور زحمت برداشت کی ہے اللہ تعالیٰ مرحوم علامہ حلی، قاضی نور اللہ شوستری، اور مرحوم شیخ مظفر اور دیگر تمام موالیان امیر المؤمنین علیہ السلام کو خصوصاً ولایت و امامت حضرت علی علیہ السلام کا دفاع کرنے والوں کو روز قیامت امیر المؤمنین علیہ السلام کے دست مبارک سے حوض کوثر سے سیراب فرمائے اور آپ کے پرچم کے سایہ میں قرار دے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے اس ادنیٰ خدمت کو وارث غدیر امام زمانہ علیہ السلام کے ظہور پر نور کا مقدمہ قرار دے اور ہم سب کو ان کے اعوان و انصار میں شمار کرے۔ آمین

چوتھے مطلب یعنی وفات پیغمبر کے بعد امام کے معین ہونے کے سلسلہ میں امیر المؤمنین علیہ السلام کی امامت کو ثابت کرنے والی آیتوں و روایتوں کو نقل کر کے طویل اور مفصل بحث پیش کی ہے۔ مرحوم علامہ حلی نے اپنی کتاب میں اہل سنت کے بزرگ علماء و مفسرین سے روایتوں کو نقل کرنے کے ساتھ ساتھ ۸۴ آیتوں کو پیش کیا ہے جو امامت امیر المؤمنین علیہ السلام کو ثابت کرتی ہیں یا آپ اور اہلبیت کے فضائل و مناقب کو واضح طور سے بیان کرتی ہیں۔ مرحوم شیخ مظفر نے اس میں مزید سولہ دوسری آیتوں کو شامل کر کے اسی منہج و روش کے مطابق اہل سنت کے بزرگ علماء سے نقل روایت کرتے ہوئے علامہ ہی جیسے نتیجہ کو پیش کیا ہے۔ اس کے بعد یعنی آیتوں کو ذکر کرنے کے بعد اہل سنت کے نقطہ نظر کے مطابق تعین امام کی بحث کی ہے۔ اس ضمن میں اہل سنت کے طریقہ سے ۲۸ حدیثوں کو نقل کیا ہے، مرحوم مظفر نے علامہ حلی اور ابن روز بہان کے کلام کو نقل کرنے کے بعد تفصیل کے ساتھ اصل حقیقت اور مطلب کے بارے میں اپنی بات اور یہ کہ وہ حدیثیں کس بات پر دلالت کرتی ہیں اچھی وضاحت کے ساتھ درج کیا ہے۔

اور پانچویں مطلب میں مرحوم مصنف نے فضائل امیر المؤمنین علیہ السلام کے ضمن میں خانہ کعبہ میں وقت ولادت اور بعد از ولادت کے حالات کو بیان کیا ہے۔ امیر المؤمنین علیہ السلام کی ولادت کے بعد کے فضائل کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے:

۱۔ ذاتی کمالات

۲۔ جسمانی و بدنی کمالات۔

۳۔ ان دونوں سے الگ خارجی کمالات۔

ذاتی فضائل و کمالات کے ضمن میں ایمان، علم غیب کی خبر دینا، شجاعت، زہد، کرم، استجاب دعا، حسن اخلاق، اور حلم و بردباری جیسے صفات و کمالات کا تجزیہ کیا ہے۔

عبادت امام علیؑ اور شب قدر

علیؑ کی عبادت اور یقین:

لہ عبد ربہ لہ ارہ
یعنی میں نے کبھی بھی اللہ کی عبادت نہیں کی جب تک
اس کو اپنی دل کی آنکھوں سے نہیں دیکھ لیا۔

علیؑ کمال معرفت اور محبت سے لبریز دل کے ساتھ
اللہ کی عبادت کرتے تھے کیونکہ آپ کی عبادت واجبات کی
ادائیگی کے لئے نہیں تھی بلکہ آپ واقعی عاشق تھے اور سوائے
ذات خدا کے کوئی چیز آپ کی نظر میں دکھائی نہیں دیتی تھی۔

علیؑ دین میں تقویٰ اور عبادت میں اس قدر کوشاں
تھے کہ پیغمبر اکرمؐ نے اس شخص کے جواب میں جس نے علیؑ کی
سختی کی شکایت کی تھی فرمایا علیؑ کی شکایت نہ کرو کیونکہ وہ خدا
پر فدا ہیں۔ علیؑ جب مناجات کرتے تھے اور نماز میں مشغول
ہوتے تھے آپ کے کان نہیں سنتے تھے اور نہ ہی آپ کی آنکھیں
دیکھتی تھیں اور زمین اور آسمان، دنیا اور دنیا کی تمام چیزیں آپ
کے ذہن سے نکل جاتی تھیں اور اپنے پورے وجود کے ساتھ اپنی
توجہ خداوند متعال کی طرف مبذول کر لیتے تھے جیسا کہ نقل ہے
کہ ایک جنگ میں آپ کے پیر میں تیر پوسٹ ہو گیا اور اس قدر
دردناک تھا کہ اسے پیر سے نکالنا مشکل تھا اور جب آپ نماز
پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے اور تیر نکال لیا گیا تو آپ کو پتہ بھی
نہیں چلا۔

وضو کرتے وقت آپ کا وجود لرز اٹھتا تھا اور پورے وجود
پر کپکپی طاری ہو جاتی تھی اور جب محراب عبادت میں کھڑے رہتے
تھے آپ کے بدن پر عرشہ طاری ہو جاتا ہے اور اس کی عظمت کے

اللہ کی تعظیم اور اطاعت اور غیر خدا کو نظر انداز کرنا ہی
حقیقت میں عبادت ہے۔ انسان کی سب سے بڑی فضیلت
الوہیت کے مقام کی تعریف اور خدا سے تقرب حاصل کرنا ہے اگر
عبادت خاص شرائط کے ساتھ انجام دی جائے تو اس کا رتبہ بہت
بلند اور باعث فخر اور فضیلت ہے جیسا کہ پیغمبر اکرمؐ کی عظمت کو لفظ
عبد کے ذریعہ بیان کیا گیا ہے اور آپ کی رسالت کو عنوان کرنے
سے پہلے آپ کی عبدیت کا ذکر کیا گیا ہے۔ اشہد ان محمداً
عبدہ ورسولہ خود اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

کمال کے مراتب کی سیر کے لئے بہترین وسیلہ تہذیب
نفس اور تزکیہ کے لئے عملی راستہ حقیقی عبادت کے علاوہ کچھ اور نہیں
ہے۔ عبادتیں صرف واجبات کی ادائیگی کے لئے نہیں ہیں بلکہ عقل
کی شگوفائی کا وسیلہ ہیں اور وجودی کمالات کو منظم اور معتدل کرتی
ہیں اور نفس کو مادی آلودگی سے محفوظ کرتی ہیں اور حقیقی عبادت یہ
ہے کہ انسان کسی بھی کام کو دکھاوے اور بڑائی سے پاک و پاکیزہ
رکھے اور صرف حضرت احدیت کے لئے انجام دے اور انھیں
شرائط میں تقویٰ کی صف پیدا ہوتی ہے اور اس کے بغیر کوئی عبادت
قبول نہیں ہے۔

تقویٰ اور ورع مادی اور فانی دنیا سے انسان کو دور اور عالم
روحانیت اور بقا کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور وہ ایمان جو زیور
تقویٰ سے آراستہ ہوتا ہے وہی حقیقی ایمان ہے اور عبادات میں
اخلاص کے ذریعہ انسان یقین کے مرحلہ تک پہنچ جاتا ہے۔

خوف سے آپ کی آنکھیں اشک بار ہو جاتی تھیں آپ کا سجدہ بہت طولانی اور آپ کی سجدہ گاہ ہمیشہ آنسوؤں سے مرطوب رہتی تھی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

هو البكاء في المحراب ليلاً

هو الضحك اذا اشتد الحرب

یعنی آپ محراب عبادت میں شدت سے گریا کرتے

اور جنگ میں ہنستے تھے

ابودرداء جو پیغمبر اکرمؐ کے ایک صحابی ہیں کہتے ہیں کہ ایک تاریک رات میں کھجور کے باغ سے میں گذر رہا تھا میں نے اللہ سے مناجات کرنے والے کسی کی آواز سنی جب نزدیک گیا تو میں نے علیؑ کو دیکھا میں نے ایک درخت کے پیچھے خود کو چھپا لیا میں نے دیکھا کہ آپ بڑے خوف کے عالم میں بڑے غمناک آواز کے ساتھ مناجات کر رہے ہیں اور جہنم کی بھیانک آگ کو یاد کر کے زار و قطار رو رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے پناہ اور عفو اور بخشش طلب کر رہے ہیں اور روتے روتے بے ہوش جاتے ہیں میں نے سوچا شاید آپ مناجات کرتے کرتے سو گئے میں قریب گیا میں نے دیکھا کہ آپ لکڑی کے مانند زمین پر لیٹے ہوئے ہیں میں نے بہت ہلایا لیکن آپ کے وجود میں حرکت نہیں ہوئی میں نے یقین کر لیا کہ آپ اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں میں جلدی جلدی آپ کے بیت الشرف آیا اور آپ کے موت کی خبر حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کو دی۔ بی بی نے سوال کیا مگر تم نے علی کو کس حالت میں دیکھا ہے؟ میں نے سارا ماجرا آپ کو سنا دیا، بی بی نے فرمایا انھیں موت نہیں آئی ہے بلکہ خوف خدا میں غش کھا گئے ہیں۔

علیؑ واجب نمازوں کے علاوہ کثرت سے سنتی نمازیں پڑھتے تھے آپ کی زندگی میں کبھی نماز شب قضا نہیں ہوئی یہاں

تک کہ آپ جنگوں میں بھی نماز شب پڑھنے کا خاص اہتمام فرماتے تھے اور کبھی نماز شب سے غافل نہیں ہوتے تھے۔ جنگ لیلۃ الحریر میں آپ نماز صبح کے قریب بار بار افق کی طرف دیکھتے تھے ایک بار ابن عباس نے سوال کیا؟ کیا آپ دشمنوں کی طرف سے نگراں ہیں؟ کیا کسی دشمن پر گھات لگا رکھی ہے؟ فرمایا نہیں میں نماز شب کا وقت دیکھ رہا ہوں، وقت ہوا یا نہیں؟

حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام جو عبادت کی کثرت کی بنا پر سجاد اور زین العابدین سے جانے جاتے ہیں اور جن کا طولانی سجدہ زبان زد خاص و عام تھا جب لوگوں نے سوال کیا کہ آپ کیوں اپنے آپ کو عبادت میں ہلاک کر رہے ہیں اور اس قدر رنج اور زحمت برداشت فرما رہے ہیں تو آپ نے فرمایا

ومن يقدر على عبادة جدى على بن

ابی طالب

کون ہے جو میرے جد علیؑ کے برابر عبادت کر سکے؟

ابن ابی الحدید معتزلی اس بات کو ایک نئے انداز سے ذکر کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ علی ابن الحسین جو عبادت کے مرحلہ میں اپنی انتہا تک پہنچ چکے تھے جب آپ سے سوال کیا گیا کہ آپ کی عبادت آپ کے جد کی عبادت کے کتنے نزدیک ہے تو آپ نے فرمایا میری عبادت میرے جد کے تعلق سے بالکل اس طرح ہے جیسے میرے جد علی کی عبادت رسول اللہ کے تعلق سے تھی۔

شب قدر اور علیؑ:

ام سعید جو امام علیؑ کی کنیز تھیں جب ان سے سوال کیا گیا کہ علیؑ ماہ مبارک رمضان میں زیادہ عبادت کرتے تھے یا دوسرے مہینوں میں؟ کنیز نے جواب میں کہا کہ علیؑ تمام

شکریہ کے لئے عبادت کرتے ہیں اور یہ آزاد لوگوں کی عبادت ہے۔

خود آپ اللہ کی بارگاہ میں اسی طرح راز و نیاز کرتے تھے۔

الہی ما عبدتك طمعا للجنة ولا
خوفاً من النار بل وجدتك
مستحقاً للعبادة۔

خدایا میں تیری عبادت نہ جنت کی لالچ اور نہ جہنم کے خوف سے کرتا ہوں بلکہ تجھے لائق عبادت و ستائش پا کر تیری عبادت کرتا ہوں۔

دنیا کا ہر شخص ہمیشہ نقصان دور کرنے اور فائدہ حاصل کرنے کی فکر میں رہتا ہے ایک حضرت علیؑ تھے جو عبادت کو فائدہ حاصل کرنے اور نقصان سے بچنے کے بجائے صرف اللہ کے لئے کرتے تھے اور آپ کی عبادت میں خلوص آپ کے یقین کی بنیاد سے پیدا ہوتا تھا۔ وہ یقین جس سے بڑھ کر کوئی اور چیز نہیں ہے کیونکہ آپ یقین کے آخری مرحلہ پر فائز تھے جیسا کہ آپ کے اس نورانی کلام سے پتہ چلتا ہے۔

لو كشف الغطاء ما اذرت يقينا
اگر حجاب اٹھائے جائیں تو میرے یقین میں کوئی
فرق نہیں آئے گا۔

علیؑ نے اپنے آپ کو سمندر کی موج کی طرح حقیقت کے سمندر میں ڈوبالیا تھا اور آپ کی تمام حرکات و سکنات فکر و ذکر سب حقیقت طلبی کو بیان کرتے ہیں۔

علیؑ نزکیہ اور تہذیب نفس میں، سیر کمالیہ میں تنہا و بیکتا میدان تھے اور آپ جدھر نظر اٹھاتے تھے آپ کو خدا دکھائی دیتا تھا جیسا کہ آپ نے اور فرمایا!

شبوں میں اپنے خدا سے راز و نیاز میں مشغول رہتے تھے آپ کے لئے رمضان وغیر رمضان میں کوئی فرق نہیں تھا۔

جب آپ کے سرا قدس پر ضربت لگی اور آپ کو مسجد سے بیت الشرف کی طرف لے جایا جا رہا تھا تو آپ نے افق پر ایک نگاہ ڈالی اور فرمایا اے صبح تو گواہ رہنا کہ علی صرف آج لیٹا ہوا ہے۔

ابن الحدید کہتے ہیں حضرت علیؑ کی عبادت تمام انسانوں سے زیادہ تھی چونکہ آپ عام سے طور سے دنوں میں روزہ رکھتے تھے اور پوری رات نماز میں مشغول رہتے تھے یہاں تک کہ جنگوں میں بھی آپ نے نماز شب نہیں چھوڑی وہ عالم باعمل تھے جس نے اپنی پاکیزہ سیرت سے لوگوں کو نافلہ نمازیں، دعائیں اور تہجد کی نماز سکھائی۔

علیؑ نماز کے موقع پر اپنے معبود کے سامنے پاک دل اور پوری توجہ سے کھڑے ہوئے تھے اور اپنے پروردگار سے راز و نیاز کرتے تھے آپ کی عبادت اور بندگی دوسرے تمام لوگوں سے بالکل علیحدہ کیونکہ ہر شخص ایک خاص ہدف اور مقصد کے ساتھ اللہ کی عبادت کرتا ہے۔ جیسا کہ آپ خود فرماتے تھے

ان قوماً عبدوا الله رغبة فتلك
عبادة التجار، وان قوماً عبدوا الله
رهبة فتلك عبادة العبيد و ان
قوماً عبدوا شكراً فتلك
عبادة الاحرار۔

یعنی اللہ کے بندوں میں سے کچھ شوق و رغبت سے (جنت کی نعمتوں کی امید میں) عبادت کرتے ہیں پس یہ تاجروں کی عبادت ہے۔ اور کچھ لوگ ذرا ڈر اور خوف میں اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور یہ بھی غلاموں کی عبادت ہے اور کچھ لوگ اللہ کی نعمتوں کے

ما رأيت شيئا إلا رأيت الله قبله و

معہ و بعدہ

میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی سوائے اس کے کہ خدا کو اس سے پہلے اور اس کے ساتھ ہی اور اس کے بعد مشاہدہ کیا۔

علیؑ فرماتے تھے:

میں نے خدا کی عبادت نہیں کی جب تک خدا کو دیکھا نہیں لیکن دل کی آنکھوں اور بصیرت سے نہ کہ ظاہری آنکھوں سے۔

علیؑ خدا کی عظمت کے مقابل میں اور اپنے خالق کے لئے خضوع و خشوع کو فریضہ سمجھتے تھے اور اس کی بہترین دلیل آپ کی دعا، مناجات اور عبادتیں ہیں۔

دعا کے مکمل جو آپ نے اپنے ایک صحابی کو تعلیم فرمائی وہ بلند روح کے لئے ایک شاہکار ہے اور آپ کے قوی اور ثابت یقین کو ظاہر کرتی ہے آپ نے دعا کے ان فقرات میں بلند اور بدیع معانی کو الفاظ کے سانچے میں ڈھال کر خوبصورت اور سلیس عبارت میں پیش کیا ہے کبھی اللہ کی وسیع رحمت کے مقابلہ سراپا امید بن گئے ہیں اور کبھی اللہ کی قدرت اور جبروت کے مقابل اس قدر خوف زدہ اور ہراس میں ڈال دیا ہے کہ بے اختیار تضرع اور التجا کرتے ہیں، اسی طرح آپ کی دعائے صبح اور دوسری مناجات میں ایک طرح کا سوز و گداز اور دوسری طرف ”امید و شوق“ توجہ اور خلوص کے مراتب سے لبریز نظر آتی ہیں۔

جب ضرار ابن ضمہ معاویہ کے پاس گئے اور معاویہ نے کہا میرے لئے علی کے صفات و کمالات بیان کرو۔ ضرار نے آپ کے کچھ اخلاقی پہلو کا ذکر کیا اور پھر کہا آپ کی راتیں بیداری کے حالت میں زیادہ اور سونے میں کم تھیں شب و روز قرآن کی تلاوت

کرتے تھے اور جان اللہ کی راہ میں دیتے تھے اور اللہ کی کبرائیت کے سامنے آنسو بہاتے تھے اور کبھی بھی اپنے آپ کو ہم سے چھپاتے نہیں تھے اور سونے کی تھیلی ذخیرہ نہیں کرتے تھے قریب رہنے والوں سے نرمی اور جفا کاروں سے تیش میں باتیں نہیں کرتے تھے اور جب رات کی تاریکی چاروں طرف پھیل جاتی تھی اور ستارے ڈوبنے لگتے تھے آپ کو محراب عبادت میں دیکھا جاسکتا تھا کہ اپنی داڑھی پکڑے ہوئے جیسے کسی کو سانپ نے ڈس لیا ہوڑپتے تھے اور خوف زدہ انسان کی طرح (خدا کے خوف) سے گریہ کرتے تھے اور کہتے تھے اے دنیا! کیا تو مجھے اپنی چمک دمک دکھاتی ہے اور مجھے اپنا مشتاق بنانا چاہتی ہے؟ نہیں نہیں مجھے تیری ضرورت نہیں ہے اور میں نے تجھے تین طلاق دے دیا ہے جس کے بعد رجوع کی کوئی امید باقی نہیں رہتی ہے؟ پھر فرماتے تھے آہ تھوڑا سا آذوقہ اور لمبا اور سخت سفر، معاویہ ضرار کی بات سن کر رونے لگا، اور کہنے لگا ضرار بس ہے اللہ کی قسم علیؑ بالکل ایسے ہی تھے خدا ابوالحسن پر رحمت نازل کرے۔

علیؑ کی عبادت کو روزہ اور نماز میں محدود نہیں کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی کسی دوسرے واجبات تک محدود کیا جاسکتا ہے بلکہ آپ کے تمام حرکات و سکنات عبادت ہیں حدیث میں دیا ہے کہ اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے اور چونکہ آپ کا ہر فعل اللہ کی مرضی کے مطابق تھا لہذا آپ کے تمام اعمال و اقوال ہر صورت میں اللہ کی عبادت شمار ہوتے ہیں اور یہ خود آپ کی ایسی فضیلت ہے جس میں کوئی آپ کا شریک نہیں ہے۔

حوالہ جات: (۱) غایۃ المرام طبع قدیم ۵۰ فضائل النبی ج ۱ ص ۱۹۱ (۲) شیعہ در اسلام نقل از مناقب خوارزمی ص ۹۹ تلخیص الریاض ج ۱ ص ۱۲ مالی صدوق مجلس ۱۸ ح/۹